بسم اللہ الرحمن الرحیم

شمارہ نمبر 16	«وقل جآء الحق وزھق الباطل ° ان الباطل کان زھوقا»	ستمبر 2023ء

مجلّہ پشاور

راہ ہدایت

مدیر اعلیٰ

مولانا خیر الامین قاسمی صاحب حفظہ اللہ

نائب مدیر

خادم اہلسنت طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

ناشر

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

03428970409

عقیدہ ختم نبوت زندہ باد | یااللہ مدد | عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ باد

بفیضان

حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

سلطان المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مجلہ پشاور

راہِ ہدایت

بیاد

امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان علماء دیوبند حضرت مولانا نور محمد تونسوی رحمہ اللہ

مناظر اسلام حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی رحمۃ اللہ علیہ

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی رحمۃ اللہ علیہ

زیرسرپرستی

متکلم اسلام حضرت مولانا سجاد الحجابی دامت برکاتہم

مناظر اسلام حضرت مولانا محمود عالم صفدر اوکاڑوی مدظلہ

حضرت مولانا مفتی محمد ندیم محمودی الحنفی صاحب حفظہ اللہ

محقق اہل سنت حضرت مولانا مفتی رب نواز صاحب حفظہ اللہ

مناظر اسلام مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی محمد وقاص رفیع حفظہ اللہ

حضرت مولانا مفتی محمد طلحہ صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا محمد محسن طارق الماتریدی حفظہ اللہ

حضرت مولانا عبد الرحمٰن عابد صاحب حفظہ اللہ

حضرت مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

مدیر اعلی

حضرت مولانا خیر الامین قاسمی حفظہ اللہ

نائب مدیر

طاہر گل دیوبندی عفی عنہ

فہرست مضامین

=÷=

متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم العالیہ

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور الزام ارجاء

سوال:

ایک بات کی تحقیق مطلوب ہے کہ کیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ برا تھا؟ یعنی ایک گمراہ فرقے مرجئہ کے عقیدہ فاسدہ کی طرح تھا۔ کیونکہ ہمیں ایک آدمی نے کتاب دی ہے جس میں مصنفِ کتاب محمد یوسف جے پوری نے یہ لکھا ہے:

> "ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کوفی مقتداہیں فرقہ حنفیہ کے، اکثر اہل علم نے ان کو مرجئہ فرقے میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ ایمان کی تعریف اور اس کی کمی وزیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے انہوں نے بھی بعینہ وہی عقیدہ اپنی تصنیف فقہ اکبر میں درج فرمایا ہے۔ علامہ شہرستانی نے "کتاب الملل والنحل" میں بھی رجال المرجئۃ میں حسام بن ابی سلیمان اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن حسن وغیرہم کو درج کیا ہے۔ اسی طرح غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے ابو حنیفہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرتا ہے اور......... حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب کو مرجئہ لکھ دیا۔"
>
> حقیقۃ الفقہ از محمد یوسف: ص39

براہ مہربانی اس بارے میں وضاحت فرمادیں۔

محمد عبد اللہ۔ رحیم یار خان

جواب:

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں:

1: ایمان کی تعریف اور اس کی کمی زیادتی کے بارے میں جو عقیدہ مرجئہ کا ہے بعینہ وہی عقیدہ امام صاحب نے اپنی "فقہ اکبر" میں درج فرمایا۔

2: علامہ شہرستانی نے آپ کو رجال المرجئہ میں شمار کیا ہے اور غسان بھی جو فرقہ غسانیہ کا پیشوا ہے، حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فرقہ مرجئہ میں شمار کرتا ہے۔

3: حضرت پیران پیر نے بھی امام صاحب کو مرجئہ لکھ دیا۔

ہر شق کا جواب پیش خدمت ہے۔

شق اول کا جواب

"مرجئہ" کا لفظ "ارجاء" سے ہے، جس کے لغوی معنیٰ "موخر کرنا" ہیں، اصطلاحی معنیٰ کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ م ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

ومنهم من أراد تأخير القول في الحكم على من أتى الكبائر وترك الفرائض بالنار لأن الإيمان عندهم الإقرار والاعتقاد ولا يضر العمل مع ذلك۔

مقدمہ فتح الباری ص ٦٤٦

ترجمہ: کہ بعض کے ہاں "ارجاء" سے مراد گناہِ کبیرہ کے مرتکب اور فرائض کے تارک پر "دخول فی النار" [آگ میں داخل ہونا] کے حکم کو مؤخر کرنا ہے کیونکہ ان [مرجئہ] کے ہاں ایمان محض اقرار اور اعتقاد کا نام ہے۔ ارتکابِ کبیرہ اور ترکِ فرائض ایمان کے ہوتے ہوئے نقصان دہ نہیں۔

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ فرماتے ہیں:

ثم المرجئة.........هم طائفة قالوا: لايضر مع الايمان ذنب كمالا ينفع مع الكفر طاعة فزعموا ان احدا من المسلمين لايعاقب على شئى من الكبائر۔

شرح فقہ اکبر: ص ۷۵

ترجمہ: مرجئہ ایسا فرقہ ہے جس کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کچھ نقصان دہ نہیں، جیسے کفر کی موجودگی میں طاعت کچھ فائدہ مند نہیں۔ ان کا اعتقاد یہ ہے کہ کوئی مسلمان کبیرہ گناہ کی وجہ سے سزا پا ہی نہیں سکتا۔

شیخ الاسلام شیخ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ م 1371ھ فرماتے ہیں۔

واما الارجاء الذى يعد بدعة فهو قول من يقول: لاتضر مع الايمان معصية۔

(تانیب الخطیب: ص45)

وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ اس بات کا اعتقاد کرنا ہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کچھ نقصان دہ نہیں۔

محققین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ فرقہ مرجئہ ضالہ (گمراہ) کا عقیدہ ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان محض اقرار لسانی اور اعتقاد (معرفت) کا نام ہے، اقرار واعتقاد کے ہوتے ہوئے اگر گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا جائے یا فرائض کو چھوڑا جائے تو کچھ پروا نہیں، ان گناہوں اور معاصی پر سزا ہو ہی نہیں سکتی۔

یہ عقیدہ اہل السنت والجماعت کے مسلمہ عقائد کے خلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کا رد اپنی کتاب "فقہ اکبر" میں صراحت سے کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

ولا نقول ان حسناتنا مقبولۃ وسیأتنا مغفورۃ کقول المرجئۃ ولکن نقول المسئلۃ مبینۃ مفصلۃ من عمل حسنۃ بشرائطھا خالیۃ عن العیوب المفسدۃ والمعانی المبطلۃ ولم یبطلھا حتی خرج من الدنیا فان اللہ تعالی لایضیعھا بل یقبلھا منہ ویثیبہ علیھا۔

الفقہ الاکبر مع الشرح: ص78،77

ترجمہ: ہمارا یہ اعتقاد نہیں ہے کہ ہماری نیکیاں مقبول اور گناہ بخشے ہوئے ہیں جیسا کہ مرجئہ کا اعتقاد ہے (کہ ایمان کے ساتھ کسی قسم کی برائی نقصان دہ نہیں اور نافرمان کی نافرمانی پر کوئی سزا نہیں) بلکہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ جو شخص کوئی نیک کام اس کی شرطوں کے ساتھ کرے، اور وہ کام تمام مفاسد سے خالی ہو، اور اس کام کو باطل نہ کیا ہو، اور وہ شخص دنیا سے ایمان کی حالت میں رخصت ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عمل کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ اس کو قبول کر کے اس پر ثواب عطا فرمائے گا۔

فقہ اکبر کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ ایمان کے متعلق مرجئہ کا جو عقیدہ ہے امام صاحب نہ صرف اس سے بری ہیں بلکہ اس کا پر زور رد بھی فرماتے ہیں۔

رہا ایمان کی تعریف اور اس میں کمی وزیادتی کا مسئلہ تو اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا اعتقاد یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیق قلبی اور اقرارِ لسانی کا نام ہے، اعمال ظاہر یہ ایمانِ مطلق کے اجزاء اصلیہ میں داخل نہیں

بلکہ مکمّلِ ایمان ہیں، یعنی ان کی کمی وزیادتی کی وجہ سے نفسِ ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا، ہاں البتہ کمالِ ایمان کم وزیادہ ہوتا رہتا ہے یعنی اس میں شدت وضعف آتا رہتا ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں

والایمان ہو الاقرار والتصدیق وایمان اہل السماء والارض لایزید ولاینقص

(الفقہ الاکبر مع الشرح: ص87،85)

ترجمہ: ایمان؛ اقرار (لسانی) اور تصدیق (قلبی) کا نام ہے، آسمان وزمین والوں کا ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ۔

اور کتاب الوصیۃ میں فرماتے ہیں۔

الایمان۔۔۔اقرار باللسان وتصدیق بالجنان ومعرفۃ بالقلب۔

(ص27)

ترجمہ: ایمان؛ اقرار لسانی، تصدیق ومعرفت قلبی کا نام ہے۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ایمان کا تعلق قلب سے بیان کیا گیا ہے۔

1: وقَلْبُہٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمانِ۔ (النحل:106)

ترجمہ: اور اس کا دل ایمان پر مطمئن رہے۔

2: ولمَّا يدْخُلِ الْإِيمانُ فِي قلوبِكُمْ۔ (الحجرات:14)

ترجمہ: ایمان تو ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔

3: أولٰئِک کتب فِي قلوبِهِمُ الْإِيمان۔ (المجادلۃ:22)

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمایا۔

4: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے موقع پر ایک آدمی کو قتل کر دیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ اس نے تلوار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

افلاشققت عن قلبہ حتی تعلم اقالہا ام لا؟

(صحیح مسلم ج1 ص67،68 باب تحریم قتل الکافر بعد قولہ لاالہ الا اللہ)

ترجمہ: کیا تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا کہ اس نے تلوار کے ڈر سے پڑھا ہے یا نہیں؟

اسی طرح اعمال کی کمی وزیادتی کی وجہ سے کمالِ ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے یعنی آدمی نیک یا فاسق شمار ہوتا ہے۔ چنانچہ امام صاحب فرماتے ہیں:

المضیّع للعمل لم یکن مضیّعا للایمان۔۔۔او لست تقول: مومن ظالم، ومومن مذنب، ومومن مخطیٔ، ومومن عاص، ومومن جائر۔۔۔ومن اصاب الایمان وضیّع شیئا من الفرائض کان مومنا مذنباً۔

(الرسالۃ الی عثمان البتی للامام ابی حنیفہ ص:38)

ترجمہ: اعمال کو ضائع کرنے والا ایمان کو ضائع کرنے والا نہیں ہوتا۔ کیا آپ یہ نہیں کہتے کہ مومن ظالم، مومن گنہگار، مومن خطاکار، مومن عاصی، اس لیے جو شخص ایمان لایا اور کچھ فرائض ضائع کردیے تو یہ مومن گنہگار ہوگا۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ م ۱۰۱۴ھ شرح فقہ اکبر میں ایمان کی کمی وزیادتی کے بارے میں امام صاحب کا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فمعناہ انہ یزید باعتبار اعمالہ الحسنۃ حتی یدخل صاحبہ الجنۃ دخولا اوّلیا،وینقص بارتکاب اعمالہ السیٔۃ حتی یدخل صاحبہ النار اولا، ثم یدخل الجنۃ بایمانہ آخرا کما ھو مقتضی اھل السنۃ والجماعۃ۔

(ص88)

ترجمہ: اس کا معنیٰ یہ ہے کہ ایمان اعمال حسنہ کے اعتبار سے بڑھتا ہے یہاں تک کہ اعمال صالحہ کرنے والا دخول اوّلی کے اعتبار سے جنت میں داخل ہوگا اور ایمان اعمال سئیہ کرنے سے کم ہوتا ہے یہاں تک کہ مرتکبِ گناہ پہلے تو آگ میں داخل ہوگا، پھر آخر کار اپنے ایمان کی وجہ سے جنت میں جائے گا، جیسا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے۔

لیکن فرقہ مرجئہ ضالہ کا ایمان کی تعریف اور کمی وزیادتی کے بارے میں جو مؤقف ہے وہ امام صاحب کے مؤقف سے بالکل جدا ہے۔ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمہ اللہ م1304ھ فرماتے ہیں۔

ان المرجئَۃ یکتفون في الایمان بمعرفۃ اللہ ونحوہ ویجعلون ما سوی الایمان من الطاعات وما سوی الکفر من المعاصي غیر مضرۃ ولا نافعۃ۔

(الرفع والتکمیل:360)

ترجمہ: فرقہ مرجئہ والے ایمان کے بارے میں اللہ کی معرفت وغیرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور ایمان کے علاوہ جتنی بھی طاعات ہیں اور کفر کے علاوہ جتنے معاصی ہیں، سب کو نہ نقصان دہ سمجھتے ہیں نہ نفع مند۔

امام عبد القاہر البغدادی م429ھ فرقہ مرجئہ کے پیرو غسان مرجئی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

قال انہ یزید ولا ینقص۔۔ وزعم غسان ھذا فی کتابہ ان قولہ فی ھذا الکتاب کقول أبی حنیفة فیہ وھذا غلط منہ علیہ لأن أبا حنیفة قال إن الایمان ھو المعرفة والاقرار باللہ تعالی وبرسلہ وبما جاء من اللہ تعالی ورسلہ فی الجملة دون التفصیل وانہ لا یزید ولا ینقص .... وغسان قد قال بانہ یزید ولا ینقص۔

(الفرق بین الفرق ص:188)

ترجمہ: غسان مرجئی کہتا ہے کہ ایمان بڑھتا تو ہے کم نہیں ہوتا۔ اس غسان نے اپنی کتاب میں یہ کہا ہے کہ اس کا یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی طرح ہے، لیکن امام صاحب کے بارے میں اس کی یہ بات غلط ہے، کیونکہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تو یہ کہتے ہیں کہ ایمان معرفت، اللہ اور رسول کے اقرار اور ان چیزوں کے اجمالی اقرار کا نام ہے جو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئی ہیں بغیر تفصیل کے، اور یہ نفسِ ایمان نہ کم ہوتا ہے نہ زیادہ، لیکن غسان مرجئی کہتا تھا کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے، کم نہیں ہوتا۔

امام عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ کی اس وضاحت اور امام صاحب کے مذکورہ مؤقف ودلائل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف و کمی زیادتی کے بارے میں آپ کا نظریہ مرجئہ ضالہ کے نظریہ کے خلاف ہے۔ مؤلف حقیقۃ الفقہ کا ان دونوں کو "بعینہ" کے لفظ سے ایک شمار کرنا محض اتہام والزام ہے۔

شق ثانی کا جواب

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ امام صاحب کا مؤقف ایمان کے بارے میں یہ ہے کہ ایمان معرفت، تصدیقِ قلبی اور اقرارِ لسانی کا نام ہے، اعمالِ ظاہرہ نفسِ ایمان کے اجزاء نہیں، البتہ مکمّلِ ایمان ضرور ہیں۔ محدثین حضرات کا اس بارے میں مؤقف یہ ہے کہ اعمال ایمان کی جزء ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ترکِ اعمال کا مرتکب ہوتا

ہے تو محدثین کے نزدیک یہ شخص ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔ چنانچہ محدث عصر مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

فاکثر المحدثین الی ان الایمان مرکب من الاعمال-- واِن جعلوا الاعمال اجزاء لکن لابحیث ینعدم الکل بانعدامها بل یبقی الایمان مع انتفائها

(فیض الباری:ج:1ص:54)

ترجمہ: اکثر محدثین اس بات کے قائل ہیں کہ ایمان اعمال سے مرکب ہے۔ انہوں نے اعمال کو اگرچہ ایمان جزء قرار دیا ہے لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ اگر اعمال نہ ہوں تو ایمان ختم ہو جائے بلکہ ایمان اعمال کے نہ ہونے کے باوجود باقی رہتا ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ایمان کی تعریف میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور محدثین حضرات کے درمیان اختلاف محض لفظی ہے، کیونکہ دونوں کے مؤقف کا حاصل یہ ہے کہ اعمال کے ترک کرنے کی وجہ سے انسان ایمان سے خارج نہیں ہوتا، البتہ فاسق وفاجر ضرور ہوتا ہے۔ محققین حضرات نے اس اختلاف کے محض لفظی ہونے کی تصریح فرمائی ہے:

ملا علی قاری رحمہ اللہ م1014ھ:

شرح الفقہ الاکبر: ص87

مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ م1352ھ:

فیض الباری:ج1ص54

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ رحمہ اللہ م1417ھ:

التعلیق علی قواعد فی علوم الحدیث ص239

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور اس مؤقف کے دیگر فقہاء ومحدثین چونکہ اعمال کو ایمان سے الگ چیز مانتے ہیں، اس لیے بعض محدثین کی طرف سے انہیں لغۃً مرجئہ (موخر کرنے والے) کہا گیا ہے، لیکن اس معنیٰ میں ہرگز نہیں جس معنیٰ میں فرقہ ضالہ مرجئہ ہیں۔ چنانچہ امام جمال الدین بن یوسف المزی رحمہ اللہ م ۷۴۲ھ امام ابراہیم بن طہمان الخراسانی المکی کے حالات میں لکھتے ہیں۔

وقال أبو الصلت عبد السلام بن صالح الهروي سمعت سفيان بن عيينة يقول ما قدم علينا خراساني أفضل من أبي رجاء عبد اللہ بن واقد الهروي، قلت له: فإبراهيم بن طهمان؟ قال كان ذاك مرجئًا، قال أبو الصلت: لم يكن إرجاؤهم هذا المذهب الخبيث أن الإيمان قول بلا عمل وأن ترك العمل لا يضر بالإيمان بل كان إرجاؤهم أنهم يرجون لأهل الكبائر الغفران ردا على الخوارج وغيرهم الذين يكفرون الناس بالذنوب۔

(تهذيب الكمال للمزی ج1ص253)

ابو الصلت عبد السلام بن صالح الہروی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سفیان بن عیینہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے پاس ابو رجاء عبد اللہ بن واقد الہروی سے بہتر کوئی خراسانی نہیں آیا۔ تو میں نے عرض کیا: ابراہیم بن طہمان کے بارے میں کیا رائے ہے؟ فرمایا: وہ مرجئہ تھے۔ ابو الصلت فرماتے ہیں کہ ان حضرات کا مرجئہ ہونا اس خبیث مذہب کی بنیاد پر نہ تھا کہ ایمان صرف قول کا نام ہے عمل کے بغیر اور ترکِ عمل ایمان کے لیے مضر نہیں، بلکہ ان کا مرجئہ ہونا اس معنیٰ میں تھا کہ یہ حضرات خوارج کے عقیدہ کے خلاف اہلِ کبائر کے لیے مغفرت کی امید رکھتے تھے، کیونکہ خوارج یہ کہتے تھے کہ لوگ گناہ کی وجہ سے کافر ہو جاتے ہیں اور (یہ حضرات اہل کبیرہ کے لیے) مغفرت کی امید رکھتے اور گناہ کی وجہ سے انہیں کافر قرار نہ دیتے تھے۔

اور ایسا ارجاء بدعت نہیں بلکہ عین اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے موافق ہے۔ علامہ زاہد بن الحسن الکوثری رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

فإرجاء العمل من أن يكون من أركان الإيمان الأصلية هو السنة ، وأما الإرجاء الذي يعد بدعة ، فهو قول من يقول: لا تضر مع الإيمان معصية۔

(تانیب الخطیب: ص45)

ترجمہ: "ارجاءِ عمل" یعنی عمل کو ایمان کے ارکان اصلیہ سے مؤخر شمار کرنا ارجاءِ سنت ہے اور وہ ارجاء جو بدعت شمار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی بندہ یہ کہے کہ ایمان کے ساتھ گناہ کرنا کچھ نقصان دہ نہیں۔

علامہ شہرستانی رحمہ اللہ کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو رجال المرجئہ میں شمار کرنے کی حقیقت بالکل واضح ہے کہ آپ رحمہ اللہ کا شمار مرجئہ اہل السنۃ میں کرتے ہیں، جو عین سنت ہے، نہ کہ مرجئہ ضالہ میں جو ایک بدعتی فرقہ ہے۔ چنانچہ رجال المرجئہ کا تذکرہ کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

وهؤلاء كلهم أئمة الحديث لم يكفروا أصحاب الكبائر بالكبيرة ولم يحكموا بتخليدهم في النار خلافا للخوارج والقدرية۔

(الملل والنحل: ص169)

ترجمہ: یہ تمام کے تمام (بشمول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ) ائمہ حدیث تھے، گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر قرار نہ دیتے تھے اور خلود فی النار کا حکم بھی نہ لگاتے تھے، بخلاف خوارج اور قدریہ کے (کہ وہ ایسا کرتے تھے)

اگر یہ حضرات مرجئہ ضالہ میں سے ہوتے تو ان کا بھی وہی عقیدہ بیان فرماتے جو مرجئہ ضالہ کا ہے اور انہیں "ائمۃ الحدیث" کا لقب ہرگز نہ دیتے۔ نیز علامہ شہرستانی رحمہ اللہ نے بھی انہی رجال مرجئہ میں چند اور نام بھی گنوائے ہیں جو بخاری و مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔

سعید بن جبیر

صحاح ستہ

طلق بن حبیب

ادب المفرد للبخاری، مسلم اور سنن اربعہ

عمرو بن مرہ

صحاح ستہ

محارب بن دثار

صحاح ستہ

ذر بن عبد اللہ

صحاح ستہ

معترض نے امام صاحب کا نام تو لیا لیکن ان حضرات کا تذکرہ تک نہ کیا کیونکہ ان کا تذکرہ کرتے تو اعتراض خود بخود رفع ہو جاتا اور یہ حقیقت کھل جاتی کہ یہ مرجئہ ضالہ میں سے نہیں، بلکہ مرجئہ سنیہ میں سے ہیں۔

معترض کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ غسان مرجئ امام صاحب کو مرجئہ شمار کرتا تھا۔اس کے لیے علامہ شہرستانی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کر دینا کافی ووافی ہے۔چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

ومن العجیب أن غسان کان یحکي عن أبي حنیفة رحمة اللہ مثل مذھبة ویعدہ من المرجئة ولعلة کذب کذلک علیة لعمري کان یقال لأبي حنیفة وأصحابة مرجئة السنة۔

(الملل والنحل:ص164)

ترجمہ:اور عجیب بات یہ ہے کہ غسان مرجئ امام صاحب کی طرف منسوب کرکے اپنا باطل مذہب بیان کرتا تھا اور امام صاحب کو مرجئہ شمار کرتا تھا،اور یہ امام صاحب پر اس کا جھوٹ ہے۔ میری زندگی کی قسم!امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کے اصحاب کو"مرجئۃ السنۃ"کہا جاتا ہے۔

یہی بات علامہ عبد القاہر بغدادی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے۔

(الفرق بین الفرق ص:188)

شق ثالث کا جواب

اکابر علماء کرام نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے یہ بات فرمائی ہے کہ حنفیہ کا ذکر فرق ضالہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ نے نہیں کیا، بلکہ کسی متعصب نے محض بغض وعناد کی وجہ سے بعد میں یہاں لکھ دیا ہے۔چنانچہ شیخ عبد الغنی النابلسی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب"الرد المتین علی منتقض العارف محی الدین" میں فرماتے ہیں:

تلک العبارة مدسوسة مکذوبة علی الشیخ۔

(بحوالہ الرفع والتکمیل:ص۳۸۱)

ترجمہ:یہ عبارت حضرت شیخ رحمہ اللہ کے کلام میں داخل کی گئی ہے، حضرت شیخ رحمہ اللہ پر محض جھوٹ بولا گیا ہے۔[فی الواقع حضرت کے کلام میں نہیں ہے]

علامہ الہند عبد الحکیم بن شمس الدین الفاضل سیالکوٹی"غنیۃ الطالبین"کے فارسی ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

بداں کہ ذکر حنفیہ در فرق مرجئہ و گفتن کہ ایمان نزد ایشاں معرفت است و اقرار خلاف مذہب ایں طائفہ است کہ در کتب مقرر است وشاید این را بعض مبتدعان بہ بغض ایں فرقہ داخل کردہ اند ایں را در کلام شیخ۔

(غنیۃ الطالبین مترجم فارسی ص230)

ترجمہ: جان لیجیے کہ مرجئہ کے فرقوں میں "حنفیہ" کا ذکر کرنا اور یہ کہنا کہ ایمان ان کے ہاں محض معرفت اور اقرار کا نام ہے، یہ اس گروہ [حنفیہ] کے اعتقاد کے خلاف ہے، جیسا کہ ان کی کتب میں درج ہے۔ لگتا یہی ہے کہ یہ عبارت کسی بدعتی نے جو اس گروہ حنفیہ سے بغض رکھتا ہے، شیخ کے کلام میں داخل کردی ہے۔

بالفرض اگر یہ عبارت الحاقی نہ بھی ہو تب بھی مؤلف حقیقۃ الفقہ کا یہ جملہ: "حضرت پیران پیر رحمہ اللہ نے بھی امام صاحب کو مرجئہ لکھ دیا" حضرت شیخ پر نرا بہتان ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت شیخ نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو فرقہ مرجئہ ضالہ میں داخل نہیں کیا، بلکہ ان لوگوں کو مرجئہ کہا جو فروعات میں اپنی نسبت امام صاحب کی طرف کرکے خود کو "حنفی" کہلاتے اور عقائد میں امام صاحب کے مخالف تھے، جیسا کہ غسان مرجئی وغیرہ۔ لہٰذا حضرت شیخ کے کلام واما الحنفیۃ فھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ۔ (غنیۃ الطالبین ص: 230) میں ان "بعض اصحاب ابی حنیفۃ۔" سے یہی لوگ مراد ہیں۔ عمدۃ المتاخرین حضرت مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ م1304ھ فرماتے ہیں:

مفاد عبارۃ الغنیۃ ان الحنفیۃ الذین ھم فرع من فروع المرجئۃ الضالۃ اصحاب ابي حنیفۃ الذین یقولون ان الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہ وھذا لا ینطبق الا علی الغسانیۃ فیکون ھو المراد من الحنفیۃ لما عرفت سابقا ان غسان الکوفي کان یحکي مذھبہ الخبیث عن ابي حنیفۃ ویعدہ کنفسہ من المرجئۃ۔

(الرفع والتکمیل: ص:۳۸۷)

ترجمہ: غنیۃ الطالبین کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ "حنفیہ" جو مرجئہ ضالہ کی ایک قسم ہے، اس سے مراد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے وہ پیروکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان فقط معرفت اور اقرار باللہ

ورسولہ کا نام ہے اور یہ صرف فرقہ "غسانیہ" پر صادق آتا ہے، اور یہاں حنفیہ سے مراد یہی فرقہ غسانیہ ہے (نہ کہ امام صاحب اور ان کے دیگر پیروکار) کیونکہ آپ پہلے جان چکے ہیں کہ غسان کوفی اپنا خبیث عقیدہ امام صاحب کی طرف منسوب کر کے بیان کرتا تھا اور امام صاحب کو بھی اپنی طرح مرجئہ شمار کرتا تھا۔

واضح رہے کہ آپ کی ذکر کردہ کتاب ایک گمراہ ومتعصب مصنف کی ہے جو فقہ وفقہاء سے عداوت میں تجاوز کر چکا ہے۔اس کے مطالعہ سے اجتناب کیجیے، صحیح العقیدہ علماء سے رابطہ رکھیے اور اہل االسنۃ والجماعۃ مصنفین ومحققین کی کتب کا مطالعہ کیجیے۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور دفاع امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ

حافظ ابن تیمیہؒ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کی گئی جروحات رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

كما أن أبا حنيفة وإن كان الناس خالفوه في أشياء وأنكروها عليه فلا يستريب أحد في فقهه وفهمه وعلمه. وقد نقلوا عنه أشياء يقصدون بها الشناعة عليه، وهي كذب عليه قطعا۔

جس طرح امام ابو حنفیہ، اگرچہ ان کی لوگوں نے مخالفت کی اور کچھ چیزوں کا ان پر انکار کیا، لیکن کوئی بھی انکی فقاہت، فہم اور علم مین شک نہیں کر سکتا، اور ان سے لوگوں نے ایسی چیزیں نقل کر دی ہے جس کا مقصد ان پر طعن و تشنیع تھا لیکن یہ سب ان پر جھوٹ ہے قطعی طور پر۔

(منہاج السنۃ جلد ۲ صفحہ ۶۱۹)

مولانا عبد الجبار سلفی صاحب مدظلہ العالی (حال وارد ایبٹ آباد 22 اگست 2023ء)

ایک ماتمی مجتہد کا انتقال

کل گزشتہ اثناعشری روافض کے معروف عالم اور مجتہد 1932ء میں پیدا ہونے والے مولوی محمد حسین نجفی المعروف ڈھکو صاحب کم و بیش 91 برس کی عمر گزارنے کے بعد اسلام آباد کے الشفاء ہسپتال میں فوت ہو گئے ہیں۔ بعد ازاں ان کی میت بذریعہ ایمبولینس سرگودھا لائی گئی جہاں شام کے وقت شیعی ضابطے کے تحت نماز جنازہ پڑھ کر تدفین کر دی گئی۔

ڈھکو صاحب بعض مسائل کے اختلاف کی وجہ سے اپنے فرقہ شیعہ میں مدتوں متنازع رہے۔ اور انہوں نے یہ نزاعی زندگی جم کر گزاری۔ اس سے بعض اہل سنت علماء دین خوش فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ شاید بہ نسبت دیگر امامی علماء کے جناب ڈھکو صاحب ایک معتدل شیعہ عالم ہیں۔ چونکہ سرِ راہ خوش فہمیوں کے سنگ مرمر پہ جلدی پھسل جانا ہمارے بعض اہل علم کی قدیم روش چلی آ رہی ہے۔ سو یہاں بھی خوش گمانی نے ان کے دل کرچی کئے مگر ڈھکو صاحب کی کتابیں پڑھنے والے اور انہیں قریب سے دیکھنے بھالنے والے خوب واقف ہیں کہ ڈھکو صاحب نے بھی اپنی طویل ترین زندگی کی متاع عقل و خرد پاکانِ امت پہ تبرے کرنے میں لٹائی اور شوق تبرا و مخصوص شیعی تعصّبات میں وہ مکمل طور پہ اپنے پیش رووں کے نقوش پا پہ قائم رہے۔

کاتب السطور کی جناب ڈھکو صاحب سے مختلف وقتوں میں چار ملاقاتیں رہیں ہیں۔ اور چاروں ان کے گھر واقع سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں ہوئیں۔ چنانچہ ان سے میری پہلی ملاقات سلطان العلماء علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ کی حساس طبیعت کے تحت عمل میں آئی تھی۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہم اپنے قارئین کو ماضی بعید کے ایک کونے سے کچھ جھلکیاں دکھائیں گے۔ ستمبر 1925ء کی بات ہے کہ ابوالفضل حضرت مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے تردید رفض و بدعت پر ایک شاہکار کتاب آفتاب ھدایت تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب دلائل و براہین کے منطقی تبادلوں کے باوصف اردو ادب و انشاء کا بھی ایک ایسا خزانہ ہے جو پڑھنے والوں کو سوچوں میں گم کر دیتی ہے کہ یہ تحریر پنجاب کی اس زمانہ میں تحصیل چکوال کے ایک دور افتادہ گاؤں بھیں میں مقیم مصنف کی ہے یا لکھنوء کے کسی کہنہ مشق انشاء پرداز کے خامہ عنبر شامہ کی مہک ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ متحدہ ہندوستان کے

رافضی علماء کو اس زمانہ میں آفتاب ھدایت نامی اس عظیم المرتبت کتاب نے مخبوط الحواس کر کے رکھ دیا تھا۔اس زمانہ میں اہل تشیع کے مایہ ناز علماء مرزا احمد علی امرتسری، مجتہد علامہ علی الحائری، مولانا سجاد احمد لکھنوی، مولانا محمد باقر چکڑالوی الہندی اور مولانا فیض محمد کھیالوی جیسے لوگ موجود تھے لیکن آفتاب ھدایت کا جواب مولانا دبیر مرحوم کے اسلوب میں لکھنے کے لئے سبھی کے پَر جلتے تھے۔ تاآنکہ ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ بشمول مولانا محمد کرم الدین دبیر بڑے بڑے اہل سنت اور امامی علماء ایک ایک کر کے دنیا چھوڑ گئے تو 1974ء کے زمانہ میں چکوال کے اہل تشیع کی مذہبی رعونت نے ایک بار پھر سر اٹھایا اور انجمن حیدری کے تحت آفتاب ھدایت کا جواب لکھوانے کے لئے شیعہ اہل علم سے مشاورت کا عمل شروع ہو گیا۔ جس کے نتیجے میں قرعہ تحقیق جناب ڈھکو صاحب کے نام نکلا۔ تب ڈھکو صاحب اپنی عمر کی 42 بہاریں دیکھ چکے تھے۔ چونکہ مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ اپنے پورے خاندان کے ساتھ چکوال اور موضع بھیں میں مقیم تھے تو یہاں کے مقامی روافض نے آفتاب ھدایت کا جواب لکھوانے میں بہت زیادہ دلچسپی لی تھی۔ ڈھکو صاحب نے جب کمر ہمت باندھ کر جواب لکھنے کا آغاز کیا تو انہیں اچھا خاصا اپنی جان کو جوکھوں میں ڈالنا پڑا۔ ایک مدت کے تصنیفی جھمیلوں اور رکاوٹوں کو عبور کرنے کے بعد بالآخر ڈھکو صاحب سعیانِ پاکستان کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یوں مولانا محمد کرم الدین مرحوم کی وفات کے تیس سال بعد اور آفتاب ہدایت کے پہلے ایڈیشن کے پچاس سال بعد تجلیات صداقت کے نام سے کتاب منظر عام پر آگئی جو دراصل گربہ مسکین ڈھکو صاحب کی شیعی فطرت کا آئینہ تھی۔ کیونکہ اپنی اس جوابی کتاب میں جناب ڈھکو صاحب کو مولانا کرم الدین مرحوم کے قائم کردہ معیار تحقیق کی کھد بد کرنے میں کچھ ایسی کیفیات کا سامنا کرنا پڑا کہ وہ قلم چلانے کے ساتھ ساتھ خود بھی چاروں جانب گھومتے رہے۔ جب کہیں لاجواب ہوتے تو مولانا دبیر مرحوم پہ پھبتیاں کسنے لگتے۔ جب استدلال و استنباط کے آگے بے بس ہو جاتے تو بیوہ عورتوں کی طرح طعنہ زنی پہ اتر آتے اور جب مکمل طور پہ بند گلی میں جا کر پھنس جاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو گالیاں دینے لگتے۔ کاش ہمارے خوش فہم علماء کرام کسی بھی شخصیت کے متعلق اپنی رائے قائم کرنے سے پہلے اس کے نظریات کا جائزہ لے لیا کریں۔ جناب ڈھکو صاحب نے اپنی اس کتاب میں ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی اہانت کرتے ہوئے یہاں تک لکھا کہ ہم ان کو مومنوں کی ماں تو مانتے ہیں مگر مومنہ نہیں مانتے اسی طرح حضرات خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرام و

ازواج رسول ﷺ کی شان میں ہر وہ گالی لکھی جس کی کسی بھی شیعہ عالم سے توقع کی جاسکتی ہے۔اس کے علاوہ اپنی کتاب اثبات الامامت میں جوش متعہ سے مغلوب ہو کر یہاں تک لکھ دیا کہ ہاں ہمارے آئمہ طاہرین متعہ کرتے تھے نیز اپنی کتاب احسن الفوائد میں واضح لکھا کہ ہمارے مذہب کے علماء کے ہاں موجودہ قرآن مجید تحریف شدہ ہے ڈھکو صاحب کی اس کتاب کی اشاعت کے بعد قائد اہل سنت حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے تجلیات صداقت پر ایک اجمالی نظر کے نام سے مختصر جواب لکھ کر شائع کیا تھا اور اسی کتاب میں ڈھکو صاحب کے لئے آپ نے ماتمی مجتہد کی اصطلاح استعمال کی تھی۔ حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے اپنے متعدد خطوط میں بعض اہل علم کو لکھا تھا کہ ہم آفتاب ھدایت کے حاشیہ پر ڈھکو صاحب کی اس کتاب کا جواب شائع کرنا چاہتے ہیں۔اس مقصد کے لئے خود حضرت اقدس رحمہ اللہ نے رجسٹر سائز کے تقریباً تین سو صفحات لکھ لئے تھے جو الحمدللہ محفوظ ہیں۔ مگر بعد میں بے تحاشہ تحریکی مصروفیات، تبلیغی اسفار اور دوسرے موضوعات کے تصنیفی تشاغل کے علاوہ کبر سنی کے عوارضات کی بنا پہ جب تاخیر ہوتی چلی گئی تو یہ ذمہ داری حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی۔اور یہی لمحات تکوینی طور پہ کاتب السطور کی ڈھکو صاحب سے ملاقات کا ذریعہ بننے جارہے تھے۔ہوا یوں کہ جب علامہ صاحب نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کا مسودہ تیار کر لیا تو ایک دن مجھے حکم فرمایا کہ آپ جا کے سرگودھا میں ڈھکو صاحب سے ملاقات کریں اور ان کی صحت کا جائزہ لیں کہ وہ کس پوزیشن میں ہیں؟اگر تو بظاہر کچھ دن ان کے مزید زندہ رہنے کے امکانات ہیں تو ہم پہلی جلد ابھی شائع کر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی کتاب کا جواب دیکھ سکیں اور اگر ان کے فوت ہونے کے امکانات ہوں تو پھر دوسری جلد مکمل ہونے پہ دونوں مجلدات اکھٹی ہی شائع کریں گے۔علامہ صاحب کی یہ ظریفانہ طبیعت بعض اوقات مکمل سنجیدگی کا روپ دھار لیتی تھی۔قصہ کوتاہ یہ کہ کاتب السطور نے جناب ڈھکو صاحب کا موبائل نمبر تلاش کیا۔ان سے فون پہ بات کی اور ملاقات کا وقت لے کر وقت مقررہ پہ سرگودھا جاکر ان کی قیام گاہ پہ پہنچ گیا۔

اس وقت سردیوں کا موسم تھا اور ڈھکو صاحب اپنی حویلی میں ایک حجام سے حجامت بنوا رہے تھے۔اس کے بعد مہمان خانہ میں بیٹھے اور کافی دیر تک اختلافی موضوعات موضوع سخن رہے۔دو گھنٹے پہ مشتمل ملاقات کے بعد راقم سرگودھا سے سیدھا علامہ صاحب کے دولت کدہ پہ حاضر ہوا۔اور جب ملاقات کی سرگزشت سنائی تو علامہ صاحب اپنے دونوں ہاتھ چہرے پہ رکھ کر ہنستے تھے۔شاید انہیں یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اتنی جلدی ان کے

اس حکم کی تعمیل کر سکوں گا۔ میرے ہاتھ میں کتابوں سے بھرا ایک شاپر بھی تھا جو ڈھکو صاحب نے مجھے اپنی کتابوں پہ دستخط کر کے دی تھیں۔ علامہ صاحب نے میرا انٹرویو لیا کہ ڈھکو صاحب کی صحت کیسی ہے؟ میں نے عرض کی کہ سنّ ولادت کے اعتبار سے تو وہ آپ جناب سے سات آٹھ سال چھوٹے ہیں۔ مگر بالوں پہ سیاہ خضاب لگاتے ہیں اور بغیر لاٹھی کے چلتے ہیں یوں جوان جوان محسوس ہوتے ہیں۔ علامہ صاحب نے کہا ہاتھوں میں رعشہ ہے یا نہیں؟ جواب میں بندہ نے کہا کہ مجموعی طور پہ ان کی صحت ٹھیک ہے۔ اور امید ہے کہ وہ آپ کی جواب الجوابی کتاب پڑھ کر ہی فوت ہوں گے۔ چنانچہ علامہ صاحب کی کتاب کی پہلی جلد تجلیات آفتاب کے نام سے چھپ کر منظر عام پہ آگئی۔

اس کے بعد میری دوسری ملاقات ان سے اس وقت ہوئی تھی۔ جب مولانا محمد اسمٰعیل محمدی مرحوم میرے ساتھ تھے۔ اس میں محمدی صاحب کی ڈھکو صاحب سے کچھ تلخی ہو گئی تھی جس کی تفصیلات کا یہ موقع نہیں ہے۔

تیسری مرتبہ جب میں ان سے ملنے گیا تو میرا ہدف ان کی مطبوعہ تفسیر فیضان الرحمن کا حصول تھا۔ اور اب کے اسلام آباد کے ایک حضرت مولانا صاحب کی ہمراہی میں جانا ہوا تھا۔

چوتھی مرتبہ کی ملاقات بھی علامہ صاحب ہی کے ایما پہ اس وقت ہوئی تھی جب تجلیات آفتاب کی دوسری جلد طبع ہونے لگی۔ یہ ملاقات خاص تکنیکی پالیسیوں پہ مبنی تھی جس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علامہ صاحب نے تجلیات آفتاب کی دوسری جلد میں راقم اور ڈھکو صاحب کی ملاقات کو بلطائف الحیل کے اشاروں سے رقم فرمایا۔ اب اس بلطائف الحیل داستان کا اجمال کیا ہے؟ اس کو زیر نظر مضمون میں لکھنا خلاف حکمت بھی ہے اور باعث طوالت بھی! البتہ جو احباب عند الملاقات تقاضہ فرماتے ہیں تو انہیں کسی قدر بتا دیا جاتا ہے۔

چونکہ تحریک خدام اہل سنت پاکستان اور خانوادہ مولانا قاضی محمد کرم الدین دبیر کے علمی تسلسل میں ڈھکو صاحب بھی ایک تاریخی کڑی تھے۔ اس لئے ان کی وفات پہ کچھ یادداشتوں کی تازگی اور فاعتبروا یااولی الابصار کے ضابطہ سے کچھ حاصل کرنے کی تمناؤں کے ساتھ یہ مضمون قلمبند کیا گیا ہے۔

کاش مولوی محمد حسین صاحب ڈھکو مذہب اہل السنت والجماعت پہ اپنی زندگی کا چراغ گل کرتے تو کتنا ہی اچھا ہوتا۔ہاں مگر یہ اہل عقل کے لئے ایک سبق ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی گستاخی اتنا ناپسندیدہ اور خطرناک عمل ہے کہ اس سے ایمان کی ٹہنی جل جاتی ہے اور ہدایت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام حسن رحمۃ اللہ علیہ آف سواگ شریف نے بجا فرمایا تھا کہ جس پودے کی ٹہنیاں سوکھ جائیں تو اسے پانی کی مدد سے ہرا بھرا کیا جا سکتا ہے لیکن جس پودے کی جڑیں جل جائیں اسے دوبارہ تازہ نہیں کیا جا سکتا۔فاعتبروا یااولی الابصار

=÷=

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، مدیر اعلیٰ مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (۱۶/ اکتوبر ۲۰۲۰ء بروز جمعۃ المبارک)

صاحب التحقیق والتصنیف

حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ

مختصر تعارف

مولانا نے ۱۹۴۶ھ میں مولانا عبد اللہ صاحب کے گھر بستی خاناں شریف ڈیرہ اسماعیل خاں میں جنم لیا۔ مڈل تک بستی خاناں کے قریب پرویا میں تعلیم حاصل کی، نڑھال نزد کبیر والا میں مولانا منظور الحق صاحب کے پاس درسِ نظامی حاصل کرتے رہے۔ دورۂ حدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں کیا۔ فراغت کے بعد حفظِ قرآن کی سعادت حاصل کی۔ پھر کچھ عرصہ خاناں شریف پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں تین سال تک تدریس کے فرائض سر انجام دیتے رہے۔ پھر کم و بیش تیرہ سال نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں استاذِ حدیث کے منصب پر فائز رہے۔ پھر بعض حالات کے باعث اپنے مدرسہ حبیب العلوم میں چار سال پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی نو سال تک شیخ الحدیث رہے۔ پھر شوال ۱۴۲۷ھ سے اپنے مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ کم و بیش چھتیس کتب کے مصنف تھے۔ پسماندگان میں بیوہ، سات بیٹے اور تین بیٹیاں چھوڑیں۔

[مجلہ نور بصیرت، ذوالقعدہ و ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ، تحریر مولانا جمیل الرحمن عباسی]

حضرت کے نام سے شناسائی اور نور الصباح کتاب کا مطالعہ

قریباً ۲۰۰۲ء کی بات ہے کہ بندہ حصولِ علم کے سلسلہ میں جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی میں مقیم تھا، تب ایک رسالہ پڑھنے کا اتفاق ہوا جس میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ مسئلہ ترکِ رفع یدین بھی درج تھا۔ اس رسالہ میں متعدد مقامات پر عبارتوں کو نقل کر کے بحوالہ نور الصباح لکھا ہوا تھا۔ جس سے بندہ کو اندازہ ہوا کہ ''نور الصباح'' کوئی اہم کتاب ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں تھا کہ اس کتاب کے مصنف کون ہیں؟ کچھ عرصہ بعد ''نور الصباح'' کہیں سے عاریۃً مل گئی۔ کتاب پر پورا نام ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' درج تھا اور مصنف کے

طور پر نام "مناظر اسلام مولانا حافظ محمد حبیب اللہ ڈیروی، شیخ الحدیث جامعہ قاسم العلوم فقیر والی ضلع بہاول نگر، ناشر: جامعہ اسلامیہ حبیب العلوم بلال آباد ڈیرہ اسماعیل خان" لکھا ہوا تھا۔

اس کتاب کے ابتدائی صفحات میں غیر مقلد مصنف عبد الرشید انصاری کے بارے میں لکھا تھا کہ انہوں نے چھ سوال کئے اور ہر سوال کے جواب پر تین سو روپیہ انعام مقرر کیا۔ حضرت ڈیروی صاحب نے ان کے ہر سوال کا جواب دیا ہر سوال کے جواب پر تین تین سو وصول کرتے رہے، یہاں تک چھ سوالوں کے جواب مکمل ہوئے۔

مسئلہ ترک رفع الیدین پر معلومات سے پُر یہ کتاب تھی جس کا مطالعہ اس وقت نصیب ہوا تھا۔ نور الصباح طبع دوم میں حضرت ڈیروی کے درج ذیل الفاظ مطالعہ سے گزرے:

> "غیر مقلدین حضرات کی صفوں میں تو اس کتاب نے کھلبلی مچا دی ہے۔ چنانچہ اس کا اعتراف غیر مقلد عالم محمد سلیمان صاحب انصاری یوں کرتے ہیں: اس اکتشاف سے کچھ کھلبلی سی مچانے کی کوشش کی گئی ہے۔
>
> [گذارش احوال واقعی مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ:۳]

اس کتاب میں محمد جوناگڑھی کے چیلنج کا جواب بھی درج ہے۔ انہوں نے ترمذی میں ترک رفع یدین کے باب ہونے کو جھوٹ قرار دیا اور پھر علمائے احناف پر طعن و تشنیع کرتے ہوئے بہت کچھ کہا جس میں درج ذیل عبارت بھی ہے:

> "تمہیں تمہارے رب کی قسم اگر ذرا بھی تم میں دین و دیانت ایمان و امانت ہے تو تم پر روٹی کھانا بھی حرام ہے جب تک ترمذی میں سے یہ دونوں باب نہ دکھادو۔"
>
> [دلائل محمدی:۳۹]

ڈیروی صاحب نے جوناگڑھی صاحب کا چیلنج نقل کیا اور پھر ترمذی کے مختلف نسخوں سے ترک رفع یدین کا ثبوت پیش کر کے لکھا:

> "ناظرین کرام! غیر مقلدین حضرات کے بزرگ مولوی محمد صاحب غیر مقلد نے احناف حضرات کو بُرا بھلا کہا ہے اور ہمیں رب کی قسم دے کر ہم پر روٹی کھانا بھی حرام کر دیا تھا

جب تک ترک رفع الیدین کا باب ترمذی سے ان کو نہ دکھا دیا جائے۔ بحمد اللہ ہم نے ترمذی ہی کے نسخہ سے جو اُن کے گھر سے نکلا ہے ترک رفع الیدین کا باب دکھا دیا ہے۔ ہماری روٹی پہلے بھی حلال تھی اور اب تو احل الحلال ہو گئی ہے۔ اور جو انہوں نے ہمیں بُرا بھلا کہا ہے اور پوشیدہ خیانتیں کرنے کے ساتھ متہم کیا ہے اس کے وہ خود مستحق ہیں اور منصف مزاج غیر مقلد علامہ احمد شاکر غیر مقلد نے اس چوری کو ظاہر کر دیا ہے اور ہمیشہ چوری چور ہی کے گھر سے نکلتی ہے۔ ع وہ الزام ہم کو دیتے تھا قصور اپنا نکل آیا"

[نور الصباح: ۱۰۳]

نور الصباح جلد اول کے ۲۴۴ ر صفحات ہیں اُس دَور میں مسئلہ ترک رفع الیدین پر اس قدر ضخیم کتاب کوئی اور بندہ کی نظر سے نہیں گزری تھی۔

حضرت ڈیروی صاحب کا طرز ہے کہ وہ رجال اور اُصول حدیث پر خوب بحث کیا کرتے ہیں نیز اپنی تائید میں فریق مخالف کی عبارات بھی نقل کیا کرتے ہیں۔ یہی طرز اس کتاب نور الصباح میں بھی قائم ہے۔ بعد میں اس کتاب کی دوسری جلد بھی شائع ہو گئی مگر اس وقت صرف پہلا حصہ تھا اس پر بھی جلد اول درج نہیں تھا۔ پھر عرصہ بعد مرکز اہل سنت سرگودھا والوں نے نور الصباح دونوں حصوں کا عکس لے کر شائع کیا تھا۔

مسئلہ ترک رفع یدین پر اب بڑی ضخیم اور تحقیقی کتب: تسکین العینین مؤلفہ مولانا نیاز احمد اکاڑوی اور جز ترک رفع الیدین مؤلفہ مولانا عبد الغفار ذہبی رحمہ اللہ کی منظر عام پر آچکی ہیں مگر دیکھا جائے تو بعد والی کتابوں کے لیے بنیاد کا پتھر حضرت ڈیروی صاحب کی کتاب ہے۔ بعد میں کوئی مؤلف بھی اس موضوع پر لکھنا چاہے وہ نور الصباح سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ واقعتہً یہ کتاب "الفضل للمتقدم "کی مصداق ہے۔

بہر حال بندہ حضرت ڈیروی صاحب کی تحقیق سے متاثر ہوا تو ان کی دیگر کتب کی جستجو ہونے لگی۔ کہیں سے معلوم ہوا کہ نماز میں آمین آہستہ کہنے پر حضرت کی کتاب "اظہار التحسین فی اخفاء التامین " مطبوع ہے۔ وہ خریدنے کا شوق ہوا تو کراچی کے متعدد مکتبوں سے پتہ کیا مگر کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی۔

حضرت سے ایک ملاقات

۲۰۰۴ء میں بندہ کا دَورہ حدیث تھا۔ فراغت کے بعد اپنے شہر کی معروف دینی درس گاہ "دار العلوم

فتحیہ احمد پور شرقیہ" میں تدریس کی خدمت میسر ہوئی۔ کچھ سال بعد ۲۰۰۷ء کے کسی مہینہ میں محترم مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ نے اطلاع دی کہ جامعہ مدنیہ بہاول پور میں مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب تشریف لا رہے ہیں۔ آپ آجائیں ان سے ملاقات کر لیں۔ بندہ نے اس موقع کو غنیمت جانا، بتائے ہوئے وقت پر جامعہ مدنیہ پہنچا۔ حضرت دوسری منزل کے ایک کمرہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت کا بھاری جسم، مناسب قد، سفید داڑھی، موٹی پنڈلیاں تھیں۔ سادہ سا لباس پہنے ہوئے تھے اور بیگ کی بجائے کپڑے کا سلا ہوا تھیلا پاس رکھا ہوا تھا۔ جسمانی ساخت میں صحت مند پٹھان محسوس ہوتے تھے مگر زبان خالص سرائیکی بول رہے تھے۔ سرائیکی زبان ان کے بارے میں پٹھان ہونے کے وہم کا ازالہ کر رہی تھی۔

جامعہ مدنیہ کے استاذ الحدیث حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمن صاحب دام ظلہ اپنے گھر سے حضرت کے لیے ناشتہ لائے۔ ناشتہ کی اطلاع پا کر بندہ وہاں سے اُٹھنے لگا، ارادہ تھا کہ مولانا عباسی دام ظلہ کے کمرہ میں چلا جاؤں مگر حضرت مفتی صاحب نے فرمایا بیٹھو! ناشتہ کرو۔ عرض کیا: مولانا عباسی صاحب کے ہاں ناشتہ کر لوں گا۔ فرمایا: "کبھی ہمیں بھی موقع دے دیا کریں" یاد رہے کہ بندہ حضرت مفتی صاحب کے شاگردوں کا شاگرد ہے۔ یوں ناشتہ کی فرمائش کرنا ان کی طرف سے ذرہ نوازی تھی۔ اُن کی اِس شفقت بھری فرمائش کی تعمیل کرتے ہوئے بندہ نے حضرت ڈیروی صاحب کے ساتھ ایک ہی دستر خوان پر کھانا کھایا۔

حضرت کی خدمت کے لیے دو طالب علم مقرر تھے، اُن میں سے ایک تو حضرت کے علاقہ کا رہنے والا تھا، شاید دوسرا بھی ان کے علاقہ کا باشندہ ہو۔ ایک اور نوجوان طالب علم جو ٹانگوں سے معذور تھا، یہ تو معلوم نہیں جامعہ مدنیہ کا تھا یا کسی اور مدرسہ کا۔ وہ گھسٹتا ہوا اوپر کی منزل میں حضرت کو ملنے آیا۔ اس کے پُر تکلف ملنے سے اندازہ ہو رہا تھا کہ حضرت ڈیروی صاحب سے ان کی جان پہچان پہلے سے ہے۔ ان پر رشک آیا کہ معذور ہونے کے باوجود دوسری منزل میں حضرت کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا ہے۔ ناشتہ کے بعد حضرت ڈیروی صاحب سے مجھے کچھ دیر استفادہ کا موقع ملا۔ اس مجلس کی چند باتیں درج ذیل ہیں:

میرے پاس اپنی کسی کتاب کا مسودہ تھا، میں نے عرض کیا: حضرت! اس کتاب کے لیے کچھ کلمات تحریر فرما دیتے۔ فرمایا: مولانا! میرا مزاج ہے کہ کتاب مصنف کے زور دار دلائل کی بنیاد پر لوگوں میں مقبولیت حاصل کرے۔ اسے تقاریظ کی بیساکھیاں نہ لگائی جائیں۔ اس لیے میں نے اپنی کتابوں پر تقاریظ نہیں لکھوائیں۔ نور الصباح

کے شروع میں جو حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر کی تقریظ ہے وہ میں نے نہیں لکھوائی، حضرت نے از خود تحریر فرمادی تھی۔

بندہ نے حضرت سے عرض کیا: آپ کی کتاب "اظہار التحسین" کا کراچی کے متعدد کتب خانوں سے پتہ کیا اور ایک سے زائد بار کوشش کی مگر یہ کتاب مجھے حاصل نہیں ہو سکی۔ فرمایا: اس کا پہلا ایڈیشن نصرۃ العلوم (گوجرانوالہ) والوں نے شائع کیا تھا، اس کے بعد دوبارہ یہ کتاب شائع نہیں ہو سکی۔"

حضرت کا یہ جواب سن کر بندہ نے مارکیٹ سے اسے تلاش کرنا چھوڑ دیا۔ راولپنڈی سے آتے ہوئے کھاریاں [گجرات] میں بھائی محمد انور سرفرازی صاحب کے پاس حاضر ہوئی۔ انہوں نے چند کتابیں ہدیۃً عنایت فرمائیں ان میں "اظہار التحسین" بھی تھی جزاہ اللہ۔ مطالعہ کرنے سے محسوس ہوا کہ حضرت نے اسے بھی بہت محنت اور عرق ریزی اور مخالف کی کئی کتابیں کھنگالنے کے بعد تصنیف فرمایا ہے۔

خواجہ محمد قاسم غیر مقلد نے ایک رسالہ بہ نام "ہدایہ عوام کی عدالت میں" لکھا۔ حضرت ڈیروی صاحب نے اس رسالہ کا جواب "ہدایہ علماء کی عدالت میں" کے نام سے دیا۔ نام میں بھی یہ تاثر موجود ہے کہ "ہدایہ" مسائل کی کتاب ہے، اس کا فیصلہ عوام کے بس میں نہیں، فیصلہ علماء کو کرنا چاہیے۔ ڈیروی صاحب نے اس کتاب میں خواجہ صاحب کو جواب دیا اور ساتھ ہی غیر مقلدین کے اوہام بھی درج کر دیئے۔ چونکہ غیر مقلدین امام بخاری رحمہ اللہ کے ساتھ بہت زیادہ عقیدت مندی کا دعویٰ کیا کرتے ہیں، اس لیے حضرت ڈیروی صاحب نے اسی کتاب میں ضمناً امام بخاری رحمہ اللہ کے بھی چند اوہام علماء حدیث کے حوالے سے درج کر دیئے۔ مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے کتاب کا جو اَصل موضوع تھا یعنی ہدایہ کا دفاع اس سے کچھ تعرض نہیں کیا بلکہ اس کتاب میں غیر مقلدین کی غلط بیانیاں درج کی گئیں ان کا دفاع بھی بھول گئے، بس انہیں امام بخاری رحمہ اللہ کی فکر پڑ گئی۔ لہٰذا انہوں نے "امام بخاری پر بعض اعتراضات کا جائزہ" عنوان سے ایک رسالہ لکھ دیا۔

حضرت ڈیروی صاحب نے اس مجلس میں مجھ سے فرمایا: "میں نے ارشاد الحق اثری کے اس رسالہ کا جواب لکھنے کا عزم کیا ہوا ہے، مگر ہمارے اپنے کہہ رہے ہیں کہ غیر مقلدین کی تردید میں امام بخاری رحمہ اللہ کو بیچ میں نہ لاؤ۔" اس کے بعد حضرت کی بہت جلد وفات ہو گئی تھی۔

=÷=

یہاں یہ بات جانتے چلیں کہ امام بخاریؒ کے بارے میں خود غیر مقلدین کو اعتراف ہے کہ ان سے متعدد مقامات پر غلطیاں ہوئیں۔ یہ غلطیاں ان کی عام کتابوں میں بھی ہیں اور صحیح بخاری میں بھی۔ صحیح بخاری میں موجود غلطیوں کو حضرت مولانا حافظ عبد القدوس خان قارن دام ظلہ نے علامہ وحید الزمان غیر مقلد کی زبانی "بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں" عنوان سے لکھے گئے اپنے رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔

کئی غیر مقلد علماء نے بخاری و مسلم کی بہت سی احادیث پر ضعف کی چھاپ لگائی اور متعدد راویوں پر جرح کے نشتر چلائے۔ ان غیر مقلدین میں شیخ البانی پیش پیش رہے ہیں، جنہوں نے بخاری و مسلم کی حدیثوں کو سلسلہ ضعیفہ و موضوعہ میں شامل کر دیا ہے۔ بندہ نے غیر مقلدین کی کتابوں میں درجنوں عبارات پر نشان لگا رکھے ہیں، جن میں انہوں نے بخاری و مسلم پر جرح کی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان عبارات کو بہت جلد منظر عام پہ لایا جائے گا۔ ان شاء اللہ

اس مجلس میں حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "احسن الکلام" کا ذکر خیر آیا تو فرمایا: حضرت نے جس زمانے میں یہ کتاب لکھی تھی اس زمانے میں بہت سی کتب قلمی شکل میں مختلف کتب خانوں میں تھیں جن تک ان کی رسائی نہیں ہو سکی۔ اب ماشاء اللہ بہت سی قلمی کتابیں شائع ہو چکیں، ان کتابوں میں فاتحہ کے مسئلہ پر احناف کے مزید دلائل موجود ہیں جو "احسن الکلام" میں نہیں آسکے۔

حضرت ڈیروی صاحب "احسن الکلام" کو بہت سراہتے تھے چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> "قارئین کرام! فاتحہ خلف الامام کے بارے میں ہمارے استاد محترم محقق وقت شیخ الحدیث ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر دام مجدھم نے احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام لکھ کر غیر مقلدین حضرات کو پریشانی کے عالم میں مبتلا کر دیا ہے، جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء اور رفع الیدین کے بارے میں بندہ کی یہ کتاب حاضر خدمت ہے ع گر قبول افتذ زہے عزوشرف۔ اور مسئلہ آمین کے بارے میں مسودہ جمع کیا جاچکا ہے۔"

[نور الصباح:۲۰]

ڈیروی صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں:

”ہمارے شیخ مکرم محدث اعظم حضرت مولانا محمد سر فراز خان صاحب صفدر دامت برکاتہم العالیہ نے احسن الکلام فی ترک القراءۃ خلف الامام جیسی ٹھوس مدلل کتاب تحریر فرما کر ہم اہلِ سنت والجماعت پر احسانِ عظیم کیا اور غیر مقلدین حضرات کی صفوں میں کھلبلی سی مچادی ہے۔“

[توضیح الکلام پر ایک نظر:۹]

بندہ نے حضرت سے عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں فون پر آپ سے رہنمائی لیا کروں گا۔ فرمایا جی ٹھیک ہے آپ بات کر لیا کرنا۔ حضرت کے موبائل میں وارد کی سم تھی، بندہ نے خاص ان سے رابطہ کی خاطر وارد کی سم خریدی۔ اس سم کے ذریعہ کال کر کے اپنا تعارف کرایا اور عرض کیا آپ سے رہنمائی لینے اور کال کرنے کی بندہ نے اجازت لی تھی۔ فون پر ان سے میری یہ بات شعبان کے مہینے میں ہو رہی تھی۔ فرمایا: جی جی، آپ رمضان کے بعد سے رابطہ میں رہنا“ مگر افسوس کہ رمضان آکر گزر گیا اور حضرت کی اچانک وفات ہو گئی۔ میں ان سے فون پر استفادہ کرنے سے محروم ہی رہا۔

حضرت ڈیروی صاحب سے میری یہ ملاقات جامعہ مدنیہ بہاول پور میں ہوئی۔ حضرت جب یہاں سے تشریف لے جانے لگے تو مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ نے اپنے زیر ادارت نکلنے والے رسالے ”نور بصیرت“ کے چند شمارے انہیں ہدیہ میں پیش کئے اور پھر اُن شماروں کو پاس رکھے ہوئے ان کے تھیلے میں رکھ دیا۔

ڈیرویؒ گرفت اور اثری رجوع

حضرت ڈیروی صاحب نے مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب ”توضیح الکلام“ پر نقد و تنقید کی جو ”توضیح الکلام پر ایک نظر“ کے نام سے شائع ہوئی۔ حضرت نے اس مجلس میں اپنی اس کتاب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:”فی الحال اس کا جواب نہیں آیا۔“

بعد میں اثری صاحب کی طرف سے جواب الجواب ”تنقیح الکلام فی تائید توضیح الکلام“ کے عنوان سے مارکیٹ میں آیا۔ اسے پڑھ کر حضرت ڈیروی صاحب کی مضبوط گرفت کا اندازہ ہوا۔ ڈیروی گرفت کی تاب نہ لا کر اثری صاحب کو توضیح الکلام سے بہت سی عبارتیں حذف کرنا پڑیں اور کئی مقامات پر ترمیم کے لیے مجبور ہوئے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ متعدد جگہوں پر اعتراف بھی کیا کہ مجھ سے غلطی ہوئی، آئندہ ایڈیشن میں اسے حذف یا

درست کر دوں گا۔ ذیل میں چند ایسے مقامات ملاحظہ فرمائیں جہاں اثری صاحب نے ڈیروی گرفت کے سامنے سر جھکالیا۔

(۱) اثری صاحب نے حضرت ڈیروی صاحب کی گرفت کے جواب میں کہا:

"دوسرے ایڈیشن میں ہم نے حدثنا کو حذف کر دیا ہے۔"

[تنقیح الکلام:۱۶۲]

(۲) اثری صاحب نے لکھا:

"امام بخاری فرماتے ہیں کہ عکرمہ ثقہ ہے۔"

ڈیروی صاحب نے اس پر گرفت کی تو اثری صاحب نے اپنی غلطی کو تسلیم کرتے ہوئے کہا:

"بلاریب صراحۃً امام بخاری سے توثیق منقول نہیں۔ اسی لئے دوسرے ایڈیشن میں ہم نے امام بخاری کا نام حذف کر دیا ہے۔"

[تنقیح الکلام:۱۶۴]

(۳) اثری صاحب نے ایک سند کے متعلق لکھا تھا:

"اس میں عون بن موسی دراصل سفیان بن موسی ہے اور وہ صدوق ہے۔"

حضرت ڈیروی صاحب نے اس پر گرفت کرتے ہوئے لکھا:

"اسے سفیان بن موسی بنانا اور اس کی توثیق کرنا اثری صاحب کا کارنامہ ہے۔"

[توضیح الکلام پر ایک نظر:۲۸۱]

اثری صاحب نے اس گرفت کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے اور کھلے لفظوں میں تسلیم کیا:

"بلاشبہ عون بن موسی کو متعین کرنے میں اس ناکارہ سے غلطی ہوئی۔"

[تنقیح الکلام:۱۹۳]

(۴) اثری صاحب لکھتے ہیں:

"توضیح (ج ۱ ص ۲۶۶) میں لکھا گیا ہے کہ امام ابو زرعہ فرماتے ہیں کہ امام مالک، ابن اسحاق کو پہچانتے ہی نہیں، جس پر ہمارے مہربان [ڈیروی صاحب (ناقل)] فرماتے ہیں: "یہ اثری

صاحب کا خالص جھوٹ ہے۔(ایک نظر:۲۸۳)بلاشبہ یہ قول امام ابوزرعہ کا نہیں۔"

[تنقیح الکلام:۲۰۲]

(۵)اثری صاحب نے توضیح الکلام میں نقل کیا:

"محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ ابن اسحاق صدوق ہے۔"

[توضیح الکلام:۱/۲۲۵]

حضرت ڈیروی صاحب نے اس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا:

"یہ محض جھوٹ ہے کہ تمام محدثین کرام متفق ہیں۔"

اثری صاحب نے اس کے جواب میں لکھا:

"یہاں لفظ کبار ساقط ہو گیا۔یعنی کبار محدثین ہے صرف محدثین نہیں۔"

[تنقیح الکلام:۲۰۳]

(۶)اثری صاحب نے ڈیروی صاحب کے بارے میں لکھا:

"انہوں نے توضیح (ج ۲ ص ۲۰۱) سے یہ بھی نقل کیا کہ یہاں ان هو الا ذکر للذاکرین کو قرآن کی آیت باور کروایا گیا ہے حالانکہ یہ آیت اس طرح نہیں۔(ایک نظر: ص ۲۵۲،۲۵۳)بلاشبہ ان الفاظ سے یہ آیت نقل کرنے میں خطا ہوئی۔"

[تنقیح الکلام:۲۳۸]

(۷)اثری صاحب ایک اور جگہ ڈیروی گرفت کے سامنے جھکتے ہوئے لکھتے ہیں:

"بلاشبہ امام یحیٰی بن معین نے ابن اسحاق پر امام مالک کی جرح کا جواب نہیں دیا۔نئے ایڈیشن میں اسے درست کر دیا گیا ہے۔"

[تنقیح الکلام:۲۴۷]

(۸)ایک اور اعترافِ خطا ملاحظہ فرمائیں۔اثری صاحب لکھتے ہیں:

"علامہ شوکانی کی عبارت کو سمجھنے میں یہاں اس ناکارہ سے خطا ہوئی جس کا ازالہ دوسرے ایڈیشن میں کر دیا گیا ہے۔"

[تنقیح الکلام:۲۸۵]

(۹) چلیں ایک اور حوالہ بھی پڑھیں۔ اثری صاحب لکھتے ہیں:

"جزء القراءۃ (ص۱۵) مطبوعہ پریس لاہور میں بھی اسی طرح قال ثنا صدقہ بن خالد ہے۔ جس سے یہ غلط فہمی ہوئی کہ امام بخاری بھی اسے صدقہ سے براہ راست روایت کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی اسے ہشام بن عمار ہی سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ خلق افعال العباد (ص۶۷) سے عیاں ہوتا ہے اور ہشام کا واسطہ جزء القراءۃ کے نسخہ سے گرا ہوا ہے۔ توضیح کے دوسرے ایڈیشن میں راقم نے اس کا ازالہ کر دیا ہے۔"

[تنقیح الکلام:۲۸۶]

(۱۰) لیجئے! دسویں عبارت بھی حاضر ہے۔ اثری صاحب نے لکھا:

"التلخیص کے مطبوعہ نسخہ میں اسی تصحیح کی نسبت جو امام ابو داؤد کی طرف منسوب ہو گئی ہے۔ وہ طباعتی غلطی کا نتیجہ ہے۔ توضیح الکلام کی طبع اول میں خود یہ ناکارہ اس کا تتبع نہ کر سکا۔ اس لیے التلخیص کی عبارت سے تصحیح کی نسبت امام ابو داود کی طرف ہو گئی۔"

[تنقیح الکلام:۳۱۸]

یہ وہ مقامات ہیں جہاں اثری صاحب نے ڈیروی صاحب کے تنبیہ کرنے پر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا ہے۔ جب کہ بہت سی جگہوں میں اعتراف کئے بغیر چپکے سے بھی عبارتوں کو غائب کر دیا۔ مثلاً انہوں نے مکحول کی حدیث کے بارے میں لکھا تھا:

"اس حدیث میں اضطراب کا راز کھلا تو صرف حضرات علماء احناف پر، آخر کیوں۔ آپ ہی اپنی کج بینی پر غور کریں۔"

[توضیح الکلام:۱/۳۵۵ طبع قدیم]

حضرت ڈیروی صاحب نے اثری صاحب کی اس بات کو غلط بیانی قرار دیتے ہوئے علامہ ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ کا حوالہ التمہید:۱۱/۴۶ سے نقل کیا کہ انہوں نے بھی اس حدیث میں اضطراب بتایا ہے۔

[توضیح الکلام پر ایک نظر:۱۰۲]

حضرت ڈیروی کے تعاقب کرنے پر اثری صاحب نے توضیح الکلام طبع جدید:۳۲۹ پر مذکورہ عبارت کو خاموشی سے حذف کر دیا۔

الزامِ تحریف سے حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی براءت

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کی کتاب ایضاح الادلہ میں سہواً ایک آیت غلط درج ہو گئی تھی۔ محمد حسین بٹالوی سے لے کر ارشاد الحق اثری تک غیر مقلدین سے اس کتاب کا جواب نہیں بن پڑا۔ البتہ اس کتاب کی مقبولیت کو کم کرنے کے لیے یہ شور مچاتے چلے آئے کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے قرآنی آیت میں تحریف کر دی ہے۔ غیر مقلدین کی درجنوں کتابوں خاص کر تقلید کی تردید میں لکھی گئی قریباً ہر تحریر میں بندہ نے ان کا یہ واویلا دیکھا کہ شیخ الہند نے جان بوجھ کر آیت کو غلط لکھا ہے۔ یہاں تک کہ اثری صاحب نے بھی یہی راگ الاپ دیا کہ شیخ الہند نے مذہبی حمیت میں ایک خود ساختہ آیت لکھ دی ہے۔

[توضیح الکلام طبع قدیم:۱/۲۵۳]

حضرت ڈیروی صاحب نے اپنی کتاب ”توضیح الکلام پر ایک نظر“ کے ”باب التحریفات“ میں اثری صاحب کی کتاب توضیح الکلام سے متعدد آیات نقل کرکے نشان دہی فرمائی کہ یہ آیتیں غلط لکھی ہوئی ہیں۔ جب الزام خود اثری صاحب پر الٹ پڑا اب انہیں تسلیم کرنا کہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے سہو ہوا ہے۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

> ”سیدھے ہاتھوں یہ اعتراف کیوں نہیں کر لیا جاتا کہ یہ حضرت شیخ الہند سے چوک ہوئی ... اللہ تعالیٰ بھلا کرے سید [سعید (ناقل)] احمد پالن پوری صاحب کا کہ انہوں نے بالآخر تسہیل الادلہ کاملہ کے پیش لفظ میں اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ: یہ سبقت قلم ہے ... (تسہیل الادلہ کاملہ: ص ۱۹،۱۸) مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی اپنے خط میں اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ فی الواقع یہ خطا مولانا محمود الحسن سے ہوئی اور یہ سبقت قلم کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہو ”الرودود“ مؤلفہ بکر بن عبد اللہ ابو زید کا حاشیہ ص ۲۴۲“
>
> [تنقیح الکلام:۲۳۶]

مولانا محمد جوناگڑھی اور مولانا عبد القادر حصاروی سے لے کر دَور حاضر کے تک کے غیر مقلد لکھاری عناداً حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے سہو کو تحریف کہتے چلے آئے ہیں، میری معلومات کے مطابق سب سے پہلے اثری صاحب نے اسے تحریف کی بجائے سہو قرار دیا۔ اس کے پیچھے حضرت ڈیروی رحمہ اللہ کی محنت، کاوش اور گرفت کا دخل ہے، ورنہ اس گرفت سے پہلے خود اثری صاحب بھی اس پر تحریف کا لیبل لگا چکے ہیں۔

اثری صاحب جب ایضاح الادلہ میں درج آیت کو تحریف کی بجائے سہو تسلیم کر چکے ہیں تو اب انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ وہ توضیح الکلام طبع جدید میں تحریف قرار دینے کی ساری بحث کو حذف کر دیتے، مگر افسوس کہ انہوں نے اسے حذف نہیں کیا۔ آپ توضیح الکلام طبع جدید: ۲۴۱، ۲۴۰ کھول کر دیکھ لیجئے! یہ بحث وہاں اب بھی موجود ہے۔

مولانا عمر فاروق قدوسی غیر مقلد نے بھی ایضاح الادلہ کی عبارت کو سہو قرار دیا، چنانچہ انہوں نے دیوبندیوں کے متعلق لکھا:

> ”انہوں نے طویل عرصہ تک اس غلطی کو درست نہیں کیا... جو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن سے ہوئی تھی... مولانا موصوف سے تو سہواً ایسا ہو گیا۔“
>
> [اہلِ حدیث پر کچھ مزید کرم فرمائیاں: ۱۸۵]

ڈیروی صاحب علماء کرام کی نظر میں

ڈیری صاحب کے استاذِ مکرم حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے لکھا:

> ”فاضل نوجوان، عالم اجل، نکتہ رس، ذہین و فطین، وسیع النظر اور کثیر المطالعہ حضرت مولانا حافظ محمد حبیب اللہ صاحب دام مجدہم ڈیروی فاضل نصرت العلوم گوجرانوالہ“
>
> [تقریظ نور الصباح: ۱۲]

حضرت مولانا عبد الرشید نعمانی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا عبد الحمید سواتی رحمہ اللہ کو خط لکھا۔ خط کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

> ”ہدیہ سنیہ یعنی کتاب مستطاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح وصول ہوئی، ممنون فرمایا، جزاکم اللہ تعالی عنی و عن سائر اھل العلم خیرا. مطالعہ کر کے

مسرت ہوئی کہ آپ کے مدرسہ نصرت العلوم سے ایسے فضلاء نکلے جو اس طرح دادِ تحقیق دیتے ہیں کثر اللہ امثالھم۔"

[نور الصباح:۱۷]

حضرت مولانا مفتی محمد انور اکاڑوی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"غیر مقلدین کی ان جیسی بے اعتدالیوں کے پیشِ نظر مولانا حبیب اللہ صاحب ڈیروی مدظلہ نے ایک کتاب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح لکھی جس میں اس علاقے کی متواتر ترک رفع یدین والی نماز کو صحیح ثابت کیا... بہر حال اس کتاب نور الصباح سے عوام کے اکثر مغالطات دُور ہوئے اور ان کو اپنی نماز کے بارہ میں اطمینان قلبی حاصل ہوا۔"

[تجلیات انور:۱/۳۵۸،۳۵۷]

حضرت مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ لکھتے ہیں:

"مولانا ایک جید عالم دین، نامور محقق، قابلِ فخر مناظر، مایہ ناز مصنف، لائقِ رشک نکتہ دان و نکتہ بیں، کہنہ مشق مدرس، فن اسماء الرجال کے بحر ناپید اکنار، بہترین نقاد، امام اہلِ سنت کے تلمیذ ارشد و معتمد خاص، اہلِ سنت والجماعت کے لائق افتخار ترجمان، بزم احناف کے تابندہ چراغ اور مسلک حق کی نظریاتی سرحدوں کے چاک وچوبند محافظ تھے، آپ کے قلم کی صداقت رقم کی ذرا سی جنبش سے گمراہی کے مراکز لرزا بر اندام ہو جاتے۔ آپ کی ہر تحریر بدعت کے ایوانوں پر بجلیاں گراتی، ہر تحقیق دجل و تلبیس اور الحاد و زندقہ کی عمارتوں کو پیوند خاک کر دیتی۔ ان گوناں گوں اوصاف حسنہ کی جامع شخصیت ہونے کی باوصف عاجزی آپ پر بس تھی اور انکساری آپ پر ختم"

[مجلہ نورِ بصیرت بہاول پور شمارہ:۲۳، ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۴۲۸ھ اداریہ]

عباسی صاحب نے حضرت ڈیروی کی کتاب "نور الصباح" پر باقاعدہ تبصرہ بھی تحریر کیا تھا اس تبصرہ کی کچھ سطریں درج ذیل ہیں:

"محقق العصر حضرت مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی نور اللہ مرقدہ تحقیق کے میدان کے مسلم شہسوار گذرے ہیں۔ مسلکی دفاع اور رد فرق باطلہ وضالہ میں ان کے کارنامے آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ آپ کے جاندار قلم سے جہاں دیگر وقیع کتب منصہ شہود پر آئی ہیں وہاں نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح... جیسی معرکۃ الآراء کتاب بھی منظر عام پر آئی... قارئین کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس مایہ ناز کتاب سے ضرور مستفید ہوں خصوصا وہ حضرات جو لامذہبیت کی طرف سے پھیلائی گئی تاریکیوں میں بھٹک رہے ہیں وہ اس نور الصباح سے ضرور روشنی حاصل کریں۔"

[نور بصیرت بہاول پور جمادی الاولی ۱۴۲۹ھ:۴۷]

حافظ ظہور احمد الحسینی صاحب دام ظلہ لکھتے ہیں:

"علامہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے اپنی کتاب "تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین" میں ان [غیر مقلدین (ناقل)] کی تحریفات کی خوب نقاب کشائی کی ہے۔ یہ کتاب قابل دید و لائق مطالعہ ہے۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء"

[علمائے دیوبند پر زبیر علی زئی کے الزامات کے جوابات:۲۰۹]

اللہ تعالیٰ کا فضل

فقہ حنفی کی معروف کتاب "ہدایہ" میں مسائل کے ساتھ بطور دلائل احادیث بھی درج ہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے احادیثِ ہدایہ کی تخریج فرمائی، مگر کہیں کہیں یہ بھی لکھ دیا: لم اجدہ ...یا... ما وجدناہ یعنی اس حدیث کو میں نہیں پاسکا۔ انہوں نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ حدیث ذخیرہ احادیث میں نہیں بلکہ صرف اپنی بارے میں کہا کہ میں اسے نہیں پاسکا۔ غیر مقلد لکھاریوں نے ہدایہ پر اعتراضات کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی کتاب "الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ" کو سامنے رکھا۔ جہاں انہوں نے لکھا کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی ،اسے اپنی تحریر میں نقل کیا اور پھر دعویٰ کر دیا کہ یہ حدیث کسی کتاب میں موجود نہیں اور یہ کہ اسے حدیث باور کرانا صاحبِ ہدایہ کا بہتان ہے وغیرہ۔

حضرت ڈیروی صاحب نے ایسی احادیث کو کتبِ حدیث سے تلاش کیا۔کتاب میں جگہ جگہ "اللہ تعالیٰ کا فضل "عنوان قائم کر کے ایسی حدیثوں کو درج کیا اور پھر ہر حدیث کے بعد "محدث اعظم صاحب ہدایہ زندہ باد" یا اس سے ملتے جلتے الفاظ لکھتے چلے گئے۔ دیکھئے ہدایہ علماء کی عدالت میں: ۲۴۱ر سے آخر کتاب تک۔ اس بارے میں حضرت کی درج ذیل تحریر بھی ملاحظہ فرمائیں:

> "جب حافظ ابن حجر کے الدرایہ کا مطالعہ کیا تو اس میں حافظ صاحب بعض اوقات فرما جاتے لم اجدہ کہ یہ حدیث مجھے نہیں ملی اور پھر نصب الرایہ علامہ زیلعی کا مطالعہ کیا تو اس سے پتہ چلا کہ صاحب ہدایہ نے جو احادیث ہدایہ میں بیان کی ہیں وہ اکثر احادیث کی کتابوں میں موجود ہیں، صرف چند احادیث ایسی ہیں جو نہیں مل سکیں۔ علامہ عینی و حافظ ابن ہمام کو بھی وہ احادیث نہیں مل سکیں۔ راقم الحروف پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہوا کہ چند چیزیں جو اِن حضرات کو نہ مل سکتی تھیں اس عاجز کو حدیث کی کتابوں سے مل گئی ہیں۔ اس سے صاحب ہدایہ کا وقار راقم الحروف کے دل میں بہت بڑھ گیا ہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔"
>
> [ہدایہ علماء کی عدالت میں: ۸۱]

محمد بن اسحاق اور حضرت ڈیروی صاحب

حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اعتراض کیا کہ ڈیروی صاحب نے محمد بن اسحاق راوی کو "مشہور دلا" کہہ کر بازاری قسم کی گالی ہے۔[علمی مقالات: ۱ر۵۸۲]

جب کہ علی زئی صاحب نے دوسرے مقام پر تسلیم کیا ہے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

> "حبیب اللہ ڈیروی نے امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا... دراصل محمد بن اسحاق ہے جو کہ مشہور دلا ہے۔(توضیح الکلام پر ایک نظر: ۱۱۷) حبیب اللہ ڈیروی صاحب نے ہمارے پاس خود آکر کہا تھا کہ یہ کمپوزنگ کی غلطی ہے۔"
>
> [علمی مقامات: ۳ر۵۵۷]

علی زئی صاحب کی مذکورہ عبارت ان کے اس مضمون کا حصہ ہے جس میں انہوں نے یہ بتانا چاہا کہ کاتب کی غلطی، مصنف کا سہو اور کمپوزنگ کی غلطیاں قابلِ اعتراض نہیں ہوتیں۔

حضرت ڈیروی کے ایک مباحثہ کا تذکرہ

حضرت ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

"راقم الحروف مکتبہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ میں گیا۔ وہاں قاضی عبد الرشید صاحب غیر مقلد آف جلہن گوجرانوالہ، مولانا محمد یعقوب قصوری حنفی اور اس کے رفقاء کے ساتھ یہ بحث کر رہا تھا کہ مولانا سر فراز خان صاحب نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ قاضی شوکانی شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا تو راقم الحروف نے جواب دیا کہ حضرت صفدر صاحب دام مجدہم قاضی شوکانی کو غیر مقلد لکھتے ہیں، شافعی تحریر نہیں کرتے۔ اس پر قاضی عبد الرشید صاحب نے ضد کیا کہ مولانا سر فراز خان نے اپنی کتابوں میں قاضی شوکانی کو شافعی لکھا ہے۔ تو راقم الحروف نے کہا کہ میرے پاس اس وقت نو سو روپے نقد موجود ہیں۔ اگر آپ حضرت صفدر صاحب کی کسی تصنیف سے قاضی شوکانی کا شافعی ہونا دکھادیں تو نو سو نقد آپ کو بطور انعام دیئے جائیں گے۔ اس پر قاضی عبد الرشید صاحب خاموش ہو گئے۔ پھر دوسرا مسئلہ آمین بالجہر چلا تو راقم الحروف نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام مالک آمین بالجہر کے قائل نہیں ہیں۔ حتی کہ امام شافعی کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ مقتدی آمین بالجہر نہ کہیں۔ میں مقتدیوں کے لئے آمین بالجہر پسند نہیں کرتا۔ اس پر قاضی عبد الرشید صاحب نے کہا کہ کتاب الام میں یہ بات امام شافعی نے تحریر نہیں کی۔ اس پر راقم الحروف نے مؤاخذہ کرتے ہوئے کہا کہ آپ غیر مقلدین کے کتب خانہ سے کتاب الام لے آئیں۔ اگر اس میں یہ مسئلہ اس طرح تحریر نہ ہو تو پھر بھی نو سو روپے آپ کو انعام ملے گا۔ اس پر قاضی عبد الرشید صاحب نے کہا کہ آپ مولانا حبیب اللہ ڈیروی معلوم ہوتے ہیں۔ راقم الحروف نے کہا: وہ کیسے؟ تو قاضی صاحب نے کہا: یہ وہی آواز ہے جو مولانا یونس نعمانی کے ساتھ مناظرہ کی کیسٹ میں میَں نے سنی ہے۔ اس کے بعد قاضی عبد الرشید صاحب نے کہا مولانا سر فراز صاحب نے اپنی تصانیف میں قاضی شوکانی کو کہیں بھی شافعی نہیں لکھا، میں ان حضرات کے ساتھ مذاق کر رہا تھا۔"

[توضیح الکلام پر ایک نظر: ۱۰،۹]

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

ڈیروی صاحب کی تصانیف

۱)۔نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح (دو جلدیں)

یہ کتاب مسئلہ ترک رفع یدین کے دلائل پر مشتمل ہے۔اس پر غیر مقلدین نے اشکالات اٹھائے تو جواب کے لیے حضرت نے نور الصباح جلد دوم تحریر فرمائی۔پہلی جلد کے ۲۴۴...اور دوسری جلد کے ۳۶۲؍ صفحات ہیں۔نور الصباح جلد:۲؍۲۲۷؍ پر حضرت ڈیروی کے ایک خط کا عکس بھی شائع ہے۔

۲)۔توضیح الکلام پر ایک نظر۔

یہ کتاب، مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کی کتاب "توضیح الکلام فی وجوب القراءۃ خلف الامام" پر ردو تنقید ہے۔"توضیح الکلام پر ایک نظر "بڑے سائز کے تین سو پندرہ صفحات پر مشتمل ہے۔

۳)۔ہدایہ علماء کی عدالت میں

اس میں فقہ حنفی کی معروف کتاب "ہدایہ" پر اُٹھائے گئے اعتراضات کا جواب ہے۔

۴)۔تنبیہ الغافلین علی تحریف الغالین

اس کتاب میں غیر مقلدین کی کتابوں سے ان آیات کو جمع کیا گیا ہے جنہیں ان لوگوں نے غلط درج کیا ہوا ہے۔

۵)۔اظہار التحسین فی اخفاء التامین

یہ کتاب ۱۸۱؍ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں آمین آہستہ کہنے کے دلائل دیئے گئے ہیں اور ساتھ ساتھ رجال پر بھی خوب بحث ہے۔

۶)۔ضرب المہند

اس کتاب میں منکرین حیات قبر کی اصلاح پر مشتمل مواد ہے۔

۷)۔قہر حق بر صاحب ندائے حق

محمد حسین نیلوی مماتی صاحب نے مماتیت کے پرچار و دفاع کے لئے "نداء حق "کتاب لکھی تھی۔قہر حق اسی نداء حق کا جواب ہے۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

۸)۔ قربانی صرف تین دن ہیں۔

اس کا عنوان کتابچہ کے نام سے ہی ظاہر ہے۔

۹)۔ الشئ العجاب فی حلۃ الضراب

اس کتابچہ کا بندہ مطالعہ نہیں کر سکا۔

حضرت کی کتاب "توضیح الکلام پر ایک نظر" کے پچھلے ٹائیٹل پر حضرت رحمہ اللہ کی چند زیر طبع کتابوں کی فہرست ہے۔ان کتابوں کے نام درج ذیل ہیں۔

☆...مسئلہ رفع الیدین پر انعام یافتہ تحریری مناظرہ۔

قاضی عبد الرشید غیر مقلد نے چھ سوالات کئے اور ہر سوال کے جواب پر تین سو روپے انعام کا وعدہ کیا۔ حضرت ڈیری صاحب نے ان سوالوں کا جواب دیا۔اندازہ یہی ہے کہ حضرت کا یہ رسالہ انہی سوالات وجوابات پر مشتمل ہے۔

☆...مناظرہ تحریری بر فاتحہ خلف الامام

یہ مناظرہ حضرت ڈیروی اور غیر مقلد عالم ابو البرکات کے درمیان ہوا۔

☆احقاقِ حق یعنی فقہ حنفی پر اعتراضات کے جوابات

☆...نفحات العطر فی ابحاث الوتر

نام سے ظاہر ہو رہا ہے کہ اس میں نماز وتر کے حوالے سے بحث ہے۔

☆...العروج بالفروج یعنی غیر مقلدین کی ترقی کا راز

رسالہ کے نام سے اندازہ ہو رہا ہے کہ اس میں یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدین کی ترقی میں ایک وجہ عورتیں ہیں۔

☆...نذر لغیر اللہ حرام ہے (بریلوی حضرات کا فتوی)

☆...بریلوی حقائق بجواب دیوبند حقائق

حضرت رحمہ اللہ کے وارثوں سے گذارش ہے کہ ان کی جو غیر مطبوعہ کتابیں/مسودات ہیں انہیں محفوظ رکھیں اور اشاعت کا کوئی انتظام کریں۔

وفات/سفر آخرت

۲۰۰۷ء...۵ نومبر کو صبح کے وقت میں جامعہ فتحیہ احمد پور شرقیہ میں استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عبد المجید دامت برکاتہم کے ساتھ کھڑا تھا۔ انہوں نے فرمایا: مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب فوت ہوگئے ہیں!!" بات کے انداز سے کچھ خبر اور کچھ سوال محسوس رہا تھا۔ بندہ نے عرض کیا: مجھے علم نہیں۔ فرمایا: "اسلام اخبار میں ان کی وفات پر کسی کا مضمون شائع ہوا ہے۔" بندہ نے وہیں کھڑے کھڑے مولانا جمیل الرحمن عباسی دام ظلہ کو فون کر کے اس بارے میں تصدیق چاہی۔ انہوں نے فرمایا: مجھے کچھ علم نہیں، ٹھہرو! ابھی میں ڈیروی صاحب کے بیٹے مولانا احسان اللہ سے رابطہ کر کے بتاتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے پتہ کر کے تھوڑی دیر بعد بتایا کہ پرسوں [۳ نومبر] کو حضرت کی وفات ہو گئی ہے۔ حضرت نے عشاء کی نماز کے لیے وضو کیا اور پھر کلمہ پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے ہی تھے کہ دل کی حرکت بند ہونے کے باعث فوت ہوگئے اناللہ وانا الیہ راجعون۔

عباسی صاحب نے نور بصیرت مجلہ میں "مولانا حافظ حبیب اللہ ڈیروی کا سانحہ ارتحال" عنوان سے دو صفحات پر مشتمل مضمون تحریر فرمایا جس کے کچھ اقتباسات بندہ نے اوپر نقل کر دیئے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ڈیروی رحمہ اللہ کی بشری لغزشوں کو معاف فرما کر ان کے درجات بلند کرے اور ان کی تمام خدمات کو قبول فرمائے۔ آمین

=÷=

مولانا ثناء اللہ صفدر صاحب حفظہ اللہ

بدعات کی پہچان کے متعلق دو اہم قواعد

آج کل بہت سے لوگ طرح طرح کی بدعات میں مبتلاء ہے لیکن انکو پتہ بھی نہیں چل رہا ہے کہ جس عمل کو میں کر رہا ہوں کیا یہ سنت ہے یا بدعت؟ اس لئے بدعات کو پہچاننے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ بروقت پتہ چل سکے کہ یہ عمل بدعت ہے۔ بدعات کی پہچان کے متعلق حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے دو انتہائی اہم قواعد ذکر کئے ہیں، افادے کی خاطر دونوں بالترتیب نقل کرتے ہیں۔

پہلا قاعدہ

سنت وبدعت کا شرعی ضابطہ

سنت وبدعت کا شرعی ضابطہ جس سے ہر عمل کے متعلق فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ یہ سنت ہے یا بدعت۔ ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہوں اس سے یہ واضح ہو جائیگا کہ جتنی چیزیں خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئی ہیں، ان میں کون سی بدعت ہے اور کونسی مندوب و مستحب اور شریعت سے ثابت ہیں اور اس سے یہ بھی واضح ہو جائیگا کہ اس خوشی کے ظاہر کرنے کا کوئی مقبول (پسندیدہ) طریقہ ہے یا نہیں، اور یہ مروجہ طریقہ بدعت ہے یا نہیں۔

ایجاد کردہ چیزوں کی پہلی قسم

پس جاننا چاہئے کہ خیر القرون کے بعد جو چیزیں ایجاد کی گئیں، ان کی دو قسمیں ہیں، ایک تو وہ کہ ان کا سبب داعی جدید ہے (یعنی خیر القرون میں اس کی ضرورت کے اسباب نہیں پائے گئے) اور وہ کسی مامور بہ کی موقوف علیہ ہیں (یعنی کوئی شرعی حکم اس پر موقوف ہے) کہ ان کے بغیر اس شرعی حکم پر عمل نہیں ہو سکتا۔ جیسے دینی کتابوں کی تصنیف اور مدرسوں اور خانقاہوں کی تعمیر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان میں سے (اس انداز کی) کوئی شئی نہ تھی اور ان کا سبب داعی بھی جدید ہے اور نیز یہ چیزیں ایسی ہیں کہ شرعی حکم ان پر موقوف ہے۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہ سب کو معلوم ہے کہ دین کی حفاظت سب کے زمہ ضروری ہے۔ اس کے بعد سمجھئے کہ خیر القرون میں دین کی حفاظت کے لئے جدید واسطوں میں سے کسی شئی کی ضرورت نہ تھی۔ قوت حافظہ اس قدر

قوی تھا کہ جو کچھ سنتے تھے وہ سب نقش کالحجر ہو جاتا تھا، فہم ایسی تھی کہ اس کی ضرورت ہی نہ تھی، کہ سبق کی طرح ان کے سامنے تقریر کریں، تدین و تقوی بھی غالب تھا۔

اس کے بعد دوسرا زمانہ آیا، غفلتیں بڑھ گئیں، قوی کمزور ہو گئے، ادھر اہل ہوا (یعنی خواہش پرستوں والا) اور عقل پرستوں کا غلبہ ہوا، تدین مغلوب ہونے لگا، پس علماء امت کو دین کے ضائع کا قوی اندیشہ ہوا۔ پس اس کی ضرورت واقع ہوئی کہ دین کے تمام اجزاء کی تدوین کی جائے۔

چنانچہ دینی کتابیں حدیث، اصول حدیث، فقہ، اصول فقہ، عقائد میں تصنیف ہوئیں اور ان کی تدریس کے لئے مدارس تعمیر کئے گئے۔۔۔ اس لئے کہ اس کے بغیر دین کی حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی۔

پس یہ وہ چیزیں ہوئی کہ ان کا سبب جدید ہے کہ خیر القرون میں (یعنی صحابہ و تابعین کے عہد میں) نہ تھا۔ اور دین کی حفاظت اس پر موقوف ہے پس یہ اعمال گو صورۃً بدعت ہیں لیکن حقیقت میں بدعت نہیں بلکہ اس قاعدہ سے مقدمۃ الواجب واجبٌ (یعنی واجب کا ذریعہ بھی واجب ہوتا ہے اس قاعدہ سے یہ چیزیں) واجب ہیں۔

ایجاد کردہ چیزوں کی دوسری قسم

دوسری قسم کی وہ چیزیں ہیں جن کا سبب قدیم ہے (یعنی خیر القرون عہد نبوی، صحابہ و تابعین میں بھی وہ سبب موجود تھا) مثلاً مروجہ میلاد کی مجلسیں، تیجہ، دسواں، چہلم وغیرہا بدعات کہ ان کا سبب قدیم ہے۔ مثلاً مجلس میلاد کے منعقد کرنے کا سبب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ پر خوشی ہے اور یہ سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی موجود تھا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے مجلسیں منعقد نہیں کیں، کیا نعوذ باللہ صحابہ کا فہم یہاں تک نہیں پہنچا تھا، اگر اس کا سبب اس وقت نہ ہوتا تو البتہ یہ کہہ سکتے تھے کہ ان کا منشاء موجود نہ تھا، لیکن جب اس کا باعث اور سبب اور اس کی بنیاد موجود تھی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میلاد کی مجلس منعقد کی اور نہ صحابہ کرام نے، ایسی شی کا حکم یہ ہے کہ یہ صورۃً بھی بدعت ہیں اور معنیً بھی۔

یہ قاعدہ کلیہ ہے سنت اور بدعت کے پہچاننے کا اس سے تمام جزئیات اور اختلافی مسائل کا حکم مستنبط ہو سکتا ہے اور ان دونوں قسموں میں ایک عجیب فرق ہے، وہ یہ کہ پہلی قسم کی تجویز کرنے والے خواص یعنی علماء ہوتے ہیں، اور اس میں عوام تصرف نہیں کرتے۔ اور دوسری قسم کی تجویز کرنے والے عوام ہوتے ہیں اور وہی اس میں ہمیشہ تصرف کرتے ہیں۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

چنانچہ میلاد شریف(مروجہ،صفدر) کی مجلس کو ایک بادشاہ نے ایجاد کیا ہے اس کا شمار بھی عوام ہی میں سے ہے۔اور عوام ہی اب تک اس میں تصرف کررہے ہیں۔

(وعظ السرور،ملقب بہ،ارشاد العباد فی عید المیلاد ص49 بعنوانِ بدعت کی پہچان)

خلاصہ۔بہر حال آسان الفاظ میں مذکورہ قواعد کی تعبیر یوں ہو گی کہ:

ہر وہ نیا کام جس کے کرنے کا سبب،داعی(مقتضِی) جدید ہو(یعنی خیر القرون میں اس کے کرنے کے اسباب موجود نہ ہو،اور مزید یہ کوئی حکم شرعی بھی اس پر موقوف ہو ایسا کام اگرچہ خیر القرون والوں نے نہ کیا ہو لیکن بعد والے کرنے لگ جائیں تو یہ اگرچہ صورۃً بدعت ہے لیکن در حقیقت بدعت نہیں۔(بقاعدہ،مقدمۃ الواجب واجبٌ)جیسے کتبِ حدیث،فقہ،اصول فقہ،صرف و نحو کی تدوین،ائمہ کی تقلید۔یا پھر مدراس وخانقاہوں کی تعمیر وغیرہ۔اور اگر کسی کام کا سبب داعی قدیم ہو(یعنی خیر القرون میں اس کے کرنے کے اسباب موجود ہو) پھر بھی خیر القرون والوں نے چھوڑا ہو تو ایسا کام کرنا صورۃً بھی بدعت ہے اور حقیقتاً بھی بدعت ہے۔

جیسے میلاد،تیجہ،دسواں اور چہلم وغیرہ۔۔(صفدر)

دوسرا قاعدہ

عقلی طور پر مروجہ عید میلاد النبی کی تردید

جاننا چاہئے کہ جس قدر عبادتیں شارح علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہیں ان کے اسباب بھی مقرر فرمائے ہیں اور اس اعتبار سے مامور بہ کی یعنی جن اعمال کا حکم دیا گیا ہے ان کی چند قسمیں نکلتی ہیں۔

(1)اول تو یہ کہ سبب میں تکرار یعنی(اس عمل کا)سبب بار بار پایا جاتا ہو تو سبب کے مکرر(یعنی بار بار پائے جانے کی)وجہ سے مسبب(یعنی وہ حکم) بھی بار بار پایا جائے گا،مثلاً نماز(واجب ہونے) کے لئے وقت سبب ہے پس جب وقت آئے گا نماز بھی واجب ہو گی۔

اسی طرح رمضان کے مہینہ کا پایا جانا رمضان کے روزوں کے لئے سبب ہے جب بھی رمضان کا مہینہ آئے گا تو روزہ ہو گا،اسی طرح مثلاً عید کی نماز کے لئے عید الفطر اور قربانی کے لئے یوم اضحیہ بھی اسی باب سے ہے۔

(2)دوسری قسم یہ کہ مسبب بھی ایک ہو اور سبب بھی ایک جیسے بیت اللہ شریف حج کے لئے چونکہ سبب(یعنی بیت اللہ)ایک ہے اس لئے مامور بہ یعنی حج بھی عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے،یہ دونوں قسمیں مدرک بالعقل یعنی عقل

سے سمجھ میں آتی ہیں کیونکہ عقل کا بھی تقاضا ہے کہ سبب کے تکرار سے مسبب بھی مکرر ہو اور سبب کے ایک ہونے سے مسبب(یعنی حکم بھی)ایک ہو۔

(3) تیسری قسم یہ ہے کہ سبب تو ایک ہو اور مسبب(یعنی حکم) کے اندر تکرار ہو جیسے حج کے طواف میں رمل کا اصل سبب تو قوت کا دکھلانا تھا، لیکن اب وہ قوت دکھلانا تو ہے نہیں۔اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب مدینہ منورہ سے مسلمان حج کے لئے مکہ معظمہ آئے تو مشرکین نے کہا تھا کہ ان لوگوں کو یثرب(مدینہ) کے بخار نے کمزور کر دیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے فرمایا کہ طواف میں رمل کریں، یعنی شانے(کاندھے) ہلاتے ہوئے اکڑ کر طواف کریں تاکہ ان کو مسلمانوں کی قوت کا مشاہدہ ہو۔اب وہ سبب تو نہیں ہے لیکن مامور بہ یعنی طواف میں رمل کا حکم اپنے حال پر باقی ہے۔یہ امر غیر مدرک بالعقل ہے یعنی عقل سے نہیں سمجھا جاسکتا ہے بلکہ شریعت اس کا فیصلہ کرتی ہے اور جو امر خلاف قیاس (خلاف عقل) ہوتا ہے اس کے لئے نقل اور وحی کی ضرورت ہوتی ہے۔اب ہم پوچھتے ہیں کہ عید میلاد النبی کا سبب کیا ہے، ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی تاریخ ہونا ہے اب ہم پوچھتے ہیں کہ وہ تاریخ گزر گئی یا بار بار آتی ہے، ظاہر ہے کہ خاص وہ تاریخ جس میں آپ کی پیدائش ہوئی تھی گزر گئی، کیوں کہ اب جو بارہ ربیع الاول کی تاریخ آتی ہے وہ اس خاص یوم ولادت کے مثل(اور مشابہ) ہوتی ہے نہ کہ بعینہ وہی تاریخ، کیونکہ وہ وقت گزر چکا، اور یہ تو بالکل ظاہر بات ہے اس پر دلیل کی ضرورت ہی نہیں۔پس مثل اور مشابہ کے لئے وہی حکم ثابت ہونا کسی نقلی اور شرعی دلیل یعنی وحی کا محتاج ہو گا، غیر مدرک بالعقل ہونے کی وجہ سے اس میں قیاس حجت نہیں ہو گا۔ لیکن یہاں ایک اور شبہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر کا روزہ رکھا ہے، سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روزہ تو خود منقول ہے اور آپ نے وحی سے روزہ رکھا ہے اس لئے اس پر قیاس نہیں ہو سکتا۔مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں:

(وعظ السرور، ملقب بہ، ارشاد العباد فی عید المیلاد ص70 بعنوانِ عقلی طور پر مروجہ میلاد کی تردید)

مفتی رب نواز حفظہ اللہ، مدیر اعلی مجلہ الفتحیہ احمد پور شرقیہ (قسط:۱)

غرباء اہلِ حدیث کے ترجمان "صحیفہ اہلِ حدیث" کا مطالعہ

عقیقہ کے جانور میں قربانی والی شرائط کا ہونا اچھا ہے

صحیفہ اہلِ حدیث میں لکھا ہے:

"مؤطا امام مالک کے صفحہ ۱۸۶ میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا اپنا عندیہ درج ہے جس سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اچھی بات ہے (کہ) عقیقہ کا جانور بھی مثل جانور قربانی کے ہو۔ وہ بھی بطورِ افضلیت کے، نہ (کہ) بطورِ شرط کے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ربیع الاول ۱۳۵۸ھ صفحہ ۲۱)

عقیقہ کے جانور میں قربانی والی شرائط کو بطور افضلیت مان لینا بھی غنیمت ہے ورنہ کئی غیر مقلدین اس کے انکاری بھی موجود ہیں۔

قیاس کے دلیلِ شرعی ہونے کا انکار

صحیفہ میں مزید لکھا ہے:

"عقیقہ کے لیے وہ شرطیں نہیں ہیں جو قربانی کے لیے ہیں اور شرط لگانے والے کے پاس قیاس ہی قیاس ہے کوئی شرعی دلیل نہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ربیع الاول ۱۳۵۸ھ صفحہ ۲۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیفہ اہلِ حدیث والوں کے نزدیک قیاس کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ حالاں کہ شرعی دلائل میں چوتھے نمبر پر قیاس ہے۔

دوسری بات: صحیفہ کے قلم کار کو اصرار ہے کہ عقیقہ میں قربانی والی شرائط کا پایا جانا دلیل شرعی سے ثابت نہیں مگر پھر بھی امام مالک کے قول کی بنیاد پر لکھ دیا کہ عقیقہ کے جانور میں قربانی والی شرطوں کا ہونا افضل عمل ہے۔ تو قیاس پر عمل تو انہوں نے بھی کر لیا اگرچہ افضلیت کے طور پر کیا ہے۔ نیز یہ بھی بتائیں کہ امام مالک کے قول پر عمل کرنا تقلید ہے یا نہیں؟

انعامی چیلنج مگر انعام کون دے گا؟

ابو سلیمان عبد الرحمن نو مسلم جالندھری صاحب (مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر بازار دہلی) لکھتے ہیں:

"تمام دنیا کے حنفی حضرات کو کھلا اور انعامی چیلنج دیا جاتا ہے جیسا کہ ہم اہل حدیث امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے (بحوالہ کتب صحاح ستہ و ماوافق بھا) دکھاتے ہیں۔ ایسا ہی وہ امام کے پیچھے سورہ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا خاص لفظ حدیث مرفوع صریح صحیح حسن سے (بحوالہ کتب صحاح ستہ و ماوافق بھا) میدان مناظرہ میں دکھادیں تو ہم ان کو اس حقِ محنت، دادِ ہمت، تمغہ صداقت کے صلہِ میں فاتحہ کے ہر حرف کے بدلے مبلغ ایک سو روپیہ دینے کو تیار ہیں ان شاء اللہ۔ کیا ہے روئے زمین پر کوئی زندہ دِل حنفی جو میدانِ مناظرہ میں کودے اور انعام کے پیچھے خاص لفظ فاتحہ کے نہ پڑھنے کا دِکھا کر مبلغ پانچ سو روپیہ ۵۰۰ انعام حاصل کرے (دیدہ باید)"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: رجب ۱۳۵۹ھ صفحہ ۱۰)

امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھنے کے دلائل کے لیے حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب "احسن الکلام" دیکھئے۔ اَب تو کئی غیر مقلدین بھی اعتراف کر چکے ہیں کہ از روئے احادیث امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے مثلاً شیخ البانی غیر مقلد کی کتاب "صفۃ صلوۃ النبی صفحہ ۸۰" دیکھئے۔ مگر ہماری معلومات کے مطابق کسی حنفی عالم کو انعام تو کجا اپنے بزرگ شیخ البانی کو بھی نہیں دیا گیا۔ آخر یہ انعام کہاں گیا؟ کم از کم اپنے امام البانی کو تو یہ انعام دے دیتے۔

بیعت کا مسئلہ دنیا میں چمکا دیا

صحیفہ اہلِ حدیث میں دہلی کے کسی بزرگ کے بارے میں نظم درج ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

"توحید کا ڈنکا عالم میں بجوا دیا دہلی والے نے
بیعت کا مسئلہ دنیا میں چمکا دیا دہلی والے نے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: رجب ۱۳۵۹ھ صفحہ ۱۰)

عام غیر مقلدین بیعتِ شیخ کے خلاف ہیں جب کہ غرباء میں بیعت کا سلسلہ پایا جاتا ہے۔مذکورہ شعر میں بھی بیعت کو مقام مدح میں بیان کیا گیا ہے۔

یدِ بیضاء

اوپر "بیعت کا مسئلہ دنیا میں چمکا دیا" عنوان کے تحت جس نظم کا شعر درج ہے اُسی نظم کا دوسرا شعر یہ ہے۔

مسئلہ امامت سچا تھا مہاجر عالم پکا تھا
دلیل ید بیضا سے دکھلا دیا دہلی والے نے

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: رجب ۱۳۵۹ھ صفحہ ۱۰)

یدؔ کا معنیٰ ہاتھ اور بیضاء کا معنیٰ سفید۔ید بیضا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا کہ وہ اپنے ہاتھ کو بغل میں ڈالتے اور جب باہر نکالتے تو روشن و چمکتا ہوا ہوا ہوتا۔دہلی والے بزرگ نے "یدِ بیضاء" دلیل کیسے دِکھلا دی، یہ چیز وضاحت طلب ہے۔

آب بِقا پردہ میں ہے

اسی صحیفہ میں "پردہ دار عورتیں" نظم درج ہے۔اس کا ایک شعر یہ ہے۔

"آبِ شیریں اور آبِ شور ہے ہر جا عیاں
خضر سے پوچھو مگر آبِ بقا پردے میں ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: رجب ۱۳۵۹ھ صفحہ ۱۰)

وضاحت کی جائے کہ خضر سے مراد کون ہیں؟ یہ وہی خضر تو نہیں جن کے پاس سیدنا موسی علیہ السلام گئے تھے۔اگر وہی ہیں تو ان سے پوچھنے کا کیا مطلب ہے؟ کیا یہی تاثر دینا مقصود ہے کہ وہ اَب تک زندہ ہیں جب کہ غیر مقلدین کی ایک بڑی جماعت اُن کے فوت ہو چکنے پر متفق ہے۔

آنجہانی کا سالانہ عرس

صحیفہ اہلِ حدیث میں شیخ حمید اللہ غیر مقلد کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے:

”ایک اشتہار اپنے اسمِ گرامی سے بعنوان ”عبد الوہاب آنجہانی کا سالانہ عرس“ شائع فرمایا۔ جس میں الزامات کے ثبوت دینے کی بجائے بے لگامی، فحش کلامی کے حیرت انگیز مظاہرے اور کرشمے دکھائے ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۳)

حمید اللہ صاحب نے غیر مقلد بزرگ عبد الوہاب صاحب کو ”آنجہانی“ کا لقب دیا اور غیر مقلدین میں بھی ”سالانہ عرس“ ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

قلم کی شرافت کے نمونے

شیخ حمید اللہ صاحب غیر مقلد نے غرباءِ اہل حدیث کے متعلق اپنے تاثرات میں لکھا:

” امامت کا ڈھونگ، جھوٹی اور ملعون امامت کے گڑھے، پیری و مریدی کے جال ...سالانہ عرس، عرس کی روٹیاں، غل غپاڑہ، امامیوں کی کھلی بے ایمانی، بے حیائی، بے شرمی، ڈھٹائی، سفلہ پن، کھوئے گئے، لال بجھکر، بوکھلاہٹ۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ صفحہ ۳)

قلم کی شرافت لفظ لفظ سے ٹپک رہی ہے۔ ہر جملہ واضح ہے ہمیں وضاحت کی کوئی ضرورت نہیں۔

بے لگامی، فحش کلامی، بدزبانی، نکتہ چینی

صحیفہ نے مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

” خدا کی قسم جی تو چاہتا تھا کہ رخصت جزاء سیۃ سیۃ مثلہا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شیخ صاحب کو اُن کی اس بے لگامی، فحش کلامی، بدزبانی، نکتہ چینی کا مزہ چکھاتے، کانفرس کے ڈھونگ رچانے کا پول کھولتے، کانفرنس کا چندہ جو جماعت غرباءِ اہل حدیث کے مقابلہ میں حق مٹانے کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی کچھ روشنی ڈالتے، مگر شیخ صاحب چوں کہ اس مقدس جماعت کا فرد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں جن کے متعلق کہا جاتا ہے ۔

ما اہل حدیثیم دغارا نشناسیم

صد شکر کہ در مذہبِ ما حیلہ و فن نیست

اس لیے افضل اور بلند تر اَمر "خذ العفو و امر بالمعروف و اعرض عن الجاهلين پر گامزن ہوتے ہوئے شیخ صاحب کی رعایت کرتے ہیں"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۴)

صحیفہ کے مضمون نگار نے شیخ حمید اللہ غیر مقلد کے متعلق "بے لگامی، فحش کلامی، بدزبانی، نکتہ چینی" الفاظ سنا چھوڑے مگر احسان بھی جتلا دیا کہ ہم نے معاف کیا۔

غرباء اہلِ حدیث کے عقائد

شیخ حمید اللہ غیر مقلد کہتے ہیں:

"فرقۂ امامیہ (جماعت غرباء اہلِ حدیث) کے عقائد کتاب و سنت اور سلف صالحین کے خلاف ہیں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ کفر و شرک کے بھی مجوز ہیں اور قطعی حرام زنا... کے بھی مجوز ہیں، ان کے نزدیک ہندوؤں کے معبودوں کو کل غیر اللہ کو منتر شرک و کفر میں نداء دینا درست ہے، اللہ و رسول کو گالی دے کر منتر کرنا درست ہے، بھڑ بچھو کے ڈسے پر تپ دق، بنکم کادر، دردِ گردہ وغیرہ میں منتر کفر و شرک درست ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

یہ عقائد کسی حنفی و دیوبندی نے فرقہ امامیہ / غرباء اہلِ حدیث کی طرف منسوب نہیں کئے بلکہ غیر مقلدین کے ایک اہم فرد شیخ حمید اللہ نے لکھے ہیں یقیناً اندر کے فرد کو جو معلومات ہو سکتی ہیں وہ باہر والے کو عموماً نہیں ہوتیں۔ مزید یہ کہ غرباء والے اگرچہ خود کو فرقہ کہنے کی بجائے "جماعت" کا نام دیتے ہیں مگر خود ان کے اپنے غیر مقلدین نے انہیں فرقہ امامیہ کا خطاب دیا۔ دوسروں کو فرقہ پرستی کا طعنہ دینے والے غیر مقلدین خود فرقہ پرستی کا شکار ہیں۔

تہذیب اور اخلاق سے گرا ہوا اشتہار

صحیفہ میں شیخ حمید اللہ غیر مقلد کے متعلق لکھا ہے:

"جلسہ ختم ہونے کے بعد تیسرے روز آپ نے ایک اشتہار بعنوان "عبد الوہاب آنجہانی کا سالانہ عرس" شائع کیا۔ یہ اشتہار تہذیب اور اخلاق سے اتنا ہی گرا ہوا ہے جتنا ایک

عورت خاوند کی نگاہوں سے بدزبانی کی وجہ سے گر جاتی ہے اور وہ اُس کی زبان درازی سے تنگ آ کر اُسے طلاق دے دیتا ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

لیجئے! شیخ حمید اللہ غیر مقلد کی شخصیت بھی سامنے آگئی کہ وہ صحیفہ اہلِ حدیث کے مضمون نگار کے ہاں کس کردار کے مالک ہیں۔

اشتہار کا پیٹ بدزبانی اور مغالطہ دہی سے بھرا ہے

صحیفہ میں لکھا ہے:

"شیخ [حمید اللہ صاحب غیر مقلد (ناقل)] کی قلم اور زبان نے اس اشتہار کا پیٹ صرف بدزبانی اور مغالطہ دہی سے بھرا ہے۔ بدزبانی کے متعلق ہمیں کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

چلیں ہمیں معلوم ہو گیا کہ غیر مقلدین اس طرح کے اشتہار بھی شائع کرتے ہیں جس کا پیٹ صرف بد زبانی اور مغالطہ دہی سے بھرا ہوتا ہے۔

دلیل سے عاجز بدزبانی پہ اُترتا ہے

صحیفہ میں مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"بدزبانی کے متعلق ہمیں کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔ اس قسم کی بدزبانیوں کا بدلہ ہمارے بڑوں نے لیا، نہ ہم لیں۔ یہ تو ہماری آخرت کا ذخیرہ ہے۔ نیز شیخ صاحب کانفرنس کے سکریٹری اور بزرگ ہیں اگر سو پچاس گالیاں اور بھی دے لیں تب بھی ہمیں درگذر کرنا چاہیے۔ اور یہ بدیہی بات ہے کہ جب کوئی شخص اپنے دعوی کی دلیل پیش کرنے سے عاجز آجاتا ہے تو وہ اپنی زبان درازی پر اُتر آتا ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۵)

جی بجا فرمایا۔ صحیفہ کے ذریعہ ہمیں شیخ حمید اللہ اور غرباء اہلِ حدیث کی بابت کئی اہم باتیں معلوم ہوئیں۔

=÷=

مغالطہ دہی

صحیفہ میں لکھا ہے:

”شیخ [حمید اللہ غیر مقلد (ناقل)] صاحب پبلک کو مغالطہ میں ڈالنے کے لیے لکھتے ہیں:
ایک اور بے حیائی اور ملاحظہ کیجئے کھلی چھٹی پہ ۵ بجے شام کو تقسیم کرتے ہیں اور اس میں لکھتے ہیں کہ ۴ بجے شام جلسہ میں مناظرہ کے لیے آجاؤ۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ا۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۶)

عجیب انکشاف ہے ناں!!؟

بڑھاپا اور یہ سفید جھوٹ!

صحیفہ میں لکھا ہے:

”سچ ہے اذا لم تستحی فاصنع ما شئت شیخ [حمید اللہ غیر مقلد (ناقل)] صاحب کا بڑھاپا اور یہ سفید جھوٹ استغفر اللہ“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ا۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۶)

اللہ کی پناہ، اُف!!

کفرباز

صحیفہ میں شیخ حمید اللہ غیر مقلد کے متعلق لکھا ہے:۔

”افسوس شیخ صاحب اپنے کفر باز ملاں مولویوں کے اختراعی الزامات اور اتہامات کو میدانِ تحقیق میں آکر ثابت نہ کیا اور نہ ہی قیامت ثابت کر سکتے ہیں ان شاء اللہ۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۷ا۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۷)

جن غیر مقلدین کو ”کفرباز مولویوں“ کے الفاظ سے یاد کیا اُن کے نام لکھ دیتے تو اچھا ہوتا۔

حسد وضد میں آکر آخرت کو بھول گئے

صحیفہ میں شیخ حمید اللہ غیر مقلد کے بارے میں مزید لکھا:

”آپ ایک جماعت حقہ اور اس کے مخلص رہبر کے محض حسد وضد میں آکر آخرت ہی کو نہیں بھول گئے بلکہ اپنی دنیاوی تہذیب و پوزیشن کو بھی خیر باد کہہ چکے ہیں۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۷)

اوہو... افسوس۔

دامن ثبوت سے خالی

صحیفہ میں لکھا ہے:

”ہمارا احقاقِ حق کے لیے بار بار آپ کو میدان میں تحقیق کے لیے بلانا اور آپ کا گھر میں بیٹھ کر بدزبانی بے لگامی کرنا پبلک کو صاف بتارہاہے کہ آپ اور آپ کے مولویوں کا دامن ثبوت سے خالی ہے“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۷)

اُن مولویوں کے نام کیا ہیں؟

تکفیری اشتہار بازی

صحیفہ میں مذکورہ عبارت کے بعد لکھا ہے:

”آپ [حمید اللہ غیر مقلد (ناقل)] کا اشتہار بازی سے صرف مقصد یہ ہے کہ۔

بڑھے جس سے نفرت وہ تحریر کرنی — جگر جس سے شق ہو وہ تقریر کرنی

گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی — مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی

ہے عالموں کا تمہارے طریقہ — ہے ہادیوں کا تمہارے سلیقہ

المنکشف جماعت غرباء اہلِ حدیث دار الامات دہلی۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۷)

غیر مقلدین میں ایک طبقہ تکفیری ذہن کا ہے اس کا خود غیر مقلدین نے اعتراف کیا ہے اُن میں سے ایک حوالہ مذکورہ بالا بھی ہے۔

بیعت ہونے کا شوق

صحیفہ میں لکھا ہے:

”علاقہ لائل پور (پنجاب) سے ایک سنتِ نبوی کے دلدادہ صاحب مندرجہ ذیلہ مشورہ طلب کرتے ہیں: میں مدت سے ارادہ کر رہا ہوں کہ بیعت والی حدیث پر عمل کروں یعنی امام کی بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو جاؤں مگر اس شش و پنج میں ہوں کہ شاہ محمد شریف صاحب گھڑیالوی کی بیعت کروں یا مولوی عبد الستار صاحب دہلوی کی۔ سنا ہے کہ شاہ صاحب پرہیز گار زاہد تو ہیں مگر قرآن و حدیث کے عالم نہیں۔ مولوی عبد الستار صاحب کتاب و سنت کے عالم ہیں۔ واعظ ہیں، مناظر بھی ہیں مگر واللہ اعلم آپ کہتے ہیں کہ زکوۃ امام کو دیئے بغیر قبول نہیں ہوتی۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جس کی بیعت کروں، اس کو ایک جبہ تک نہ دوں۔ آپ مشورہ دیجئے! کس کی بیعت کروں؟“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۸)

اس بیعت پر اُن غیر مقلدین کو تبصرہ کرنا چاہیے جو بیعت صوفیاء پر طعن کیا کرتے ہیں۔

مولوی عبد الستار زکوۃ نہیں چھوڑیں گے

صحیفہ میں مذکورہ بالا عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:

”اگر آپ زکوۃ کو تاوان جانتے ہیں اور اس کے دینے سے گریز کرتے ہیں۔ تو نہ مولوی عبد الستار صاحب کی جماعت میں داخل ہونے کا نام لیجئے۔ اور نہ ہی شاہ صاحب کی بیعت کیجئے۔ کیوں کہ جہاں تک میں سمجھتا ہوں۔ مولوی عبد الستار صاحب زکوۃ نہیں چھوڑیں گے۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷ ۱۳۵ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۸)

غرباء کے کسی امام کے ساتھ دورانِ بحث کہا گیا کہ آپ امام وقت ہیں تو شرعی احکام کا نفاذ کیوں نہیں کرتے اور حدود جاری کرنے سے کیوں گریزاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا ہم ابھی مکی دَور میں گزر رہے ہیں۔ مخاطب نے انہیں جواب دیا: عجیب بات ہے شرعی احکام و حدود کی بات ہو تو آپ مکی دَور کا حوالہ دیتے ہیں اور جب زکوۃ وصول کرنے کی باری آتی ہے تو مدنی دَور کے بن جاتے ہیں۔ آپ کی امامت بہت سمجھ دار ہے۔

مذکورہ حکایت میں اپنی بعض تحریروں میں غیر مقلدین کے رسالہ سے نقل کر چکا ہوں۔

مرید کے نذرانے

صحیفہ میں اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے مزید لکھا:

"باقی رہے شاہ صاحب۔ سو اُن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ زکوۃ تو درکنار رہی۔ بلکہ صدقہ، خیرات اور چندہ وغیرہ سے بھی ان کی مداد کرنا آپ کا فرض ہو گا۔ اور اس میں اگر تساہل کریں گے تو یاد رکھئے! آپ جیسا بدنصیب، بدبخت، مجرم خدائے قدوس کے دربار میں دوسرا کوئی نہیں ہو گا۔ آپ کے گلے میں رسی ہو گی جس شاہ صاحب اور شریفی امارت کے حافظ عبد اللہ صاحب روپڑی جیسے خصوصی ارکان پکڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور پیش کریں گے۔ چنانچہ ہمارے اس مقولہ کی تصدیق کے لیے "اخبار تنظیم اہل حدیث" مجریہ یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو ملاحظہ کیجئے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۹)

آؤ جی! دیکھو! پیر کو نذرانے نہ دینے پر مرید کا کیا حشر ہو گا۔ غیر مقلدین کے "امام العصر" حافظ عبد اللہ روپڑی جیسے مصنف کی بابت کتنی بڑی پیشن گوئی کر دی گئی۔

صوفیوں پر فریفتہ نظر جماعت

کسی نوجوان نے نکاح کے لیے مجرب عمل پوچھا تو صحیفہ میں اس کا یوں جواب دیا:

"میں آپ کی خاطر دو عمل لکھ رہا ہوں۔ دونوں میں سے جون سا پسند اور آسان ہو کیجئے۔ ہر دو عمل تیر بہدف ہیں بارہا لوگوں نے تجربہ کیا ہے جو کہ یقیناً کامیاب ہوئے ہیں۔ (ا) آپ جماعت غرباء اہلِ حدیث میں داخل ہو جایئے، اس کے امام کے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے، پانچوں وقت اول صف میں امام کے پیچھے نماز باجماعت ادا کیجیے، صبح و شام کا ورد، وظیفہ پڑھئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد جماعت میں آپ کا نکاح ہو جائے گا جماعت ایسے صوفیوں پر فریفتہ نظر آتی ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۹)

بیعت اور صوفیت والے معاملہ پہ نگاہ رہے۔شادی کا جھانسہ دے کر اپنے امام کی بیعت میں آنے کی دعوت دی جارہی ہے۔دو عملوں میں سے ایک تو یہاں بیان ہوا۔دوسرا عمل آگے ''چھوکری بھی اور نوکری بھی'' عنوان کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

گالیاں دینے اور کفر و شرک کے فتوے لگانے پر چھوکری بھی اور نوکری بھی

اُوپر ''صوفیوں پر فریفتہ نظر جماعت'' عنوان کے تحت آپ نے پڑھا کہ نوجوان کو نکاح کا حل بتایا گیا ہے کہ وہ غرباء اہلِ حدیث میں شمولیت اختیار کرلے۔اب ایک اور عمل ملاحظہ فرمائیں جس کے ذریعہ نہ صرف لڑکی سے شادی ہوگی بلکہ ساتھ ساتھ ماہانہ وظیفہ بھی ملے گا۔چنانچہ مذکورہ بالا منقولہ عبارت کے بعد لکھا ہے:

> ''(۲)اگر یہ عمل نہ ہو سکے تو یہ کیجئے۔جماعت غرباء اہلِ حدیث کے خلاف اور [غیر مقلدین کی (ناقل)]حمید اللہ پارٹی کی خوش نودی میں دو تین پوسٹر شائع کیجئے،جماعت غرباء اہلِ حدیث کو دل کھول کر گالیاں دیجئے کافر، مشرک، خارج از اسلام کہئے۔کامل یقین ہے کہ ایسا کرنے سے حمیدیہ پارٹی میں صرف نکاح ہی نہیں ہوگا بلکہ معقول ماہانہ بھی مقرر ہوگا۔''
>
> (صحیفہ اہلِ حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۹)

اُف گالیاں دینے اور کفر و شرک کے فتوے لگانے پر چھوکری بھی اور نوکری بھی!؟

غنڈوں کو پذیرائی

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

> ''یہ [حمیدیہ پارٹی (ناقل)]پارٹی ایسے غنڈوں کو بہت چاہتی ہے یہ عمل تسخیر بے نظیر اور یار لوگوں کا تجربہ شدہ ہے۔ہم نے آپ کو بتادیا ہے۔''
>
> (صحیفہ اہلِ حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۹)

حمیدیہ پارٹی غیر مقلدین کی ہے جس کی بابت صحیفہ میں لکھا ہے کہ اس پارٹی میں غنڈوں کو مقبولیت ہے۔

ایمان جیب میں

صحیفہ میں لکھا ہے:

"ایک دنیادار شخص مالی جذبات میں آکر فرماتے ہیں: ملاں مولویوں کا ایمان میری جیب میں ہے، میں نے مولوی ثناء اللہ صاحب جیسوں کا ایمان لے لیا۔ تو مولوی عبد الستار (صاحب) کیا چیز ہے۔" دوسرے مولوی صاحبان کے متعلق تو ہم کچھ نہیں کہہ سکتے مگر مولوی عبد الستار صاحب سے ایمان جیسی چیز کے لینے کی توقع نہیں ہو سکتی۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷؍۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۹)

"مولوی ثناء اللہ صاحب جیسوں کا ایمان لے لیا۔" ثناء اللہ صاحب کا تو پتہ چل گیا کہ یہ غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ہیں باقی کون کون سے غیر مقلدین ہیں اُن کی فہرست بھی درج کر دیتے۔

آنکھ کی بجائے ہاتھ سے دیکھنا

صحیفہ میں لکھا ہے:

"اسکاٹ لینڈ میں ایک عورت بجائے آنکھ کے ہاتھ سے دیکھتی ہے۔ کتاب پر ہاتھ رکھ کر اس کی عبارت پڑھ لیتی ہے۔ اور اس طرح ہاتھ رکھ کر رنگ پہچان لیتی ہے سبحان اللہ۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷؍۱۳۵۷ھ ربیع الثانی صفحہ ۳۲)

اگر اس طرح کی بات غیر مقلدین کے مخالف کسی مصنف نے لکھی ہوتی تو غیر مقلدین نے اس کا مذاق اُڑانا تھا۔

آتشِ دوزخ سے بچنے کے لیے صحیفہ اہلِ حدیث پر ایمان لانا ضروری قرار

شیخ عبد العزیز قریشی لکھتے ہیں:

"درِ فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
نہ آئے آتشِ دوزخ میں جائے جس کا جی چاہے

نبی علیہ السلام کی تعلیم کی تبلیغ دہلی و دیگر بلادِ ہند سندھ وغیرہ وغیرہ کے لیے امام جماعت غرباء اہلِ حدیث کے زیر سرپرستی صحیفہ اہلِ حدیث عرصہ سے اسلام کی سچی و توحید کا رہبر چار دانگ عالم میں جاری ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۷؍۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۱۰)

صحیفہ کی اس عبارت میں یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ جو صحیفہ اہل حدیث کی تعلیمات سے اعراض کرے وہ دوزخ کی آگ میں جلے گا اس لیے نار جہنم سے بچنے کے لیے صحیفہ اہلِ حدیث پر پر ایمان لانا ضروری ہے۔اب کسی بزرگ کے مقولہ "نجات میری اتباع پہ موقوف ہے" پہ اعتراض کس منہ سے کریں گے؟

زبانی جمع خرچ، عمل نہیں

شیخ عبد العزیز قریشی لکھتے ہیں:

"جس وقت بیعت لی جاتی ہے اُس وقت یہ اقرار ہوتا ہے کہ میرا جان ومال سب کچھ اللہ کے راستہ میں بک چکا ہے۔ عمل اس کے بر عکس۔اس سے صاف ثابت ہے کہ ہمارا دعویٰ صرف زبانی ہے عمل ندارد۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۱۰)

صحیفہ کی اس عبارت "ہمارا دعویٰ صرف زبانی ہے عمل ندارد" پہ ہم "بے شک" کہہ دیتے ہیں۔

صحیفہ کو اسلام کا سچا مبلغ قرار دینا

شیخ عبد العزیز قریشی لکھتے ہیں:

"اسلام کا سچا خدمت گار اور دین اسلام کا سچا مبلغ صحیفہ اہلِ حدیث جس کا چندہ صرف ایک روپیہ سالانہ ہے ہم پر کس قدر گراں ہے شرم کا مقام ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۱۱)

صحیفہ اہلِ حدیث نے اسلام کی جو خدمت کی ہے اس کے کچھ نمونے قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

صحیفہ کو قرآن کا مترجم کہنا

صحیفہ میں شیخ عبد العزیز قریشی کی نظم درج ہے جس میں صحیفہ اہلِ حدیث کی مدح ہے اس کا ایک شعر درج ذیل ہے:

"یہ مترجم ہے قرآں کا، حدیثوں کی حمایت ہے
عمل اس کے موافق ہو خدا کی یہ ہدایت ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۱۸)

صحیفہ اہلِ حدیث کو قرآن کا مترجم کہنا بڑی جسارت ہے۔اس صحیفہ کے مندرجات پر عمل کو"ہدایت"کا نام دینا بھی حوصلہ کی بات ہے۔یہ مندرجات کیسے اور کیا ہیں؟اس کا کچھ نمونہ ہم پیش کر چکے ہیں۔

صحیفہ کی اشاعت میں حصہ لینا مذہبی فریضہ ہے

صحیفہ میں لکھا ہے:

"صحیفہ اہلِ حدیث کے ہر پڑھنے والے کا مذہبی، اخلاقی و قومی فرض ہے کہ وہ "صحیفہ اہلِ حدیث" کی اشاعت میں قلم سے، کلام سے، خریداری سے اور ہر ممکن طریقہ سے کافی حصہ لے تاکہ "صحیفہ اہلِ حدیث" کو زیادہ سے زیادہ شان دار کامیابی حاصل ہو۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۲۹)

تقلید کے وجوب پر اعتراض کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ صحیفہ اہلِ حدیث سے تعاون کا مذہبی فریضہ ہونا شرعی دلائل سے ثابت کریں۔اور جنہوں نے اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کی اُن کا حکم بھی بتادیں۔

مبلغ علیہ السلام ؟؟؟

صحیفہ میں لکھا ہے:

"بنگلہ فاضلکا (پنجاب) سے مقامی امیر شکایت کرتے ہیں کہ جن اراکین جماعت نے جماعتی مبلّغ کے لیے مبلغ علیہ السلام کے دینے کا وعدہ کیا تھا۔انہوں نے اب تک اس وعدہ کو پورا نہیں کیا۔لہٰذا یاددہانی کی جاتی ہے کہ وہ ایفاءِ وعدہ کی طرف توجہ کریں۔وانھا لکبیرۃ۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۷ھ جمادی الاول صفحہ ۳۰)

عبارت میں مذکور "مبلغ علیہ السلام" کی وضاحت مطلوب ہے۔

عقائد کو بدنما دھبہ

صحیفہ میں لکھا ہے:

"قارئین کرام کو یاد ہوگا ہم نے ماہِ رمضان المبارک ۵۵ھ کے "صحیفہ اہلِ حدیث" میں لکھا تھا کہ اخبار اہلِ حدیث امرتسر بعض وقت ایسے مسائل کی اشاعت کرتا ہے جو جماعت اہلِ حدیث کے مسلک اور اصول کے سراسر خلاف ہوتے ہیں جس سے جماعت اہلِ حدیث کے

بلند خیالات، پاکیزہ عقائد کو بد نما دھبہ لگتا ہے۔ چنانچہ چند اُن مسائل کا بھی تذکرہ کیا تھا جو اخبار اہلِ حدیث نے اپنے پیارے نام اور سنہری اصول اہلِ حدیث کے خلاف شائع کیے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۵)

صحیفہ اہلِ حدیث کے مضمون نگار کی تصریح کے مطابق اخبار اہلِ حدیث امرتسر میں غلط عقائد شائع ہوتے ہیں۔

اناپ شناپ مضامین کا متحمل اخبار

صحیفہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اخبار اہلِ حدیث کے نام کی تبدیلی کا مشورہ دیتے ہوئے لکھا ہے:

"فاضل معاصر [امرتسری صاحب (ناقل)] کو ہم نے مخلصانہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنے اخبار کا نام تبدیل کر دیں۔ اور ساتھ ہی ایک ایسے نام کی تجویز کر دی تھی جو ہر طرح کے اناپ شناپ مضامین کا متحمل تھا۔ لازمی امر تھا کہ معاصر اپنے اخبار کا نام تبدیل کرتے یا غلط عقیدہ کی تردید فرماتے مگر آپ نے ایسا نہ کیا، نہ کرنا تھا۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو دوسرے غیر مقلدین نے بھی کہا تھا کہ آپ اخبار وغیرہ کا نام "اہل حدیث" رکھتے ہیں مگر کام حدیث کے خلاف کرتے ہیں۔ دیکھیے رسائل اہلِ حدیث۔

غلط مسئلے

صحیفہ میں مذکورہ عبارت کے فوراً بعد لکھا ہے:

"بلکہ الٹا ہم پر جہل کا فائر کرتے ہوئے غلط مسئلے کے قائم رکھنے کے لیے ایک بارہویں صدی کے مقتدر عالم کے کلام کا سہارا پکڑا۔ خیر عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون جاہل تھا اور کون عالم"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۵)

"بارہویں صدی کے مقتدر عالم کے کلام کا سہارا پکڑا" اسے تقلید نام دیں گے یا کچھ اور؟

صحیفہ اہلِ حدیث کی بربنائے جہالت دشمنی

اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۱۰ شوال ۱۳۵۵ھ صفحہ ۳ میں لکھا ہے:

"عرب کا مقولہ من جھل شیأ عاداہ [جو شخص جس چیز (کی حقیقت) سے جاہل رہتا ہے اس کا دشمن بن جاتا ہے۔ (ناقل)] بالکل صحیح ہے اس لیے ہم اپنے معاصر صحیفہ کو ایسا لکھنے پر معذور سمجھتے ہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۵)

اچھا جی ٹھیک ہے۔

خدا ہر جگہ.... میں موجود ہے

صحیفہ میں لکھا ہے:

"مولانا امرتسری ہی بتائیں کہ دریا کی پنہائی زیادہ ہے یا وہ کوزہ جس میں دریا بند ہے اور عرب کا مقولہ من جھل شیأ عاداہ "صحیفہ اہلِ حدیث" پر صادق آتا ہے جس کی بلند نگاہیں آفتاب کی کرنوں، ماہتاب رسالت کی روشنی پر ہیں جو شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین کی شفاعت کے اُمید واروں کو اس روشنی کی طرف بلا رہا ہے۔ یا وہ اخبار اہلِ حدیث جس کی پستی نظر کی رسائی بمصداق "تھکا اونٹ سرائے کو تکتا ہے" صرف کلامِ شوکانی تک ہے جس کو مقلدین کی طرح جناب امام الائمہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کو نظر انداز کرکے زید و بکر کے قیل و قال پر گھمنڈ ہے۔ اور اس کھوٹی پونجی کا امت محمدیہ کو خریدار بناتا ہے یعنی لوگوں کو بتاتا ہے کہ ان کا خدا ہر جگہ ہے، ہر مکان، پائخانہ، شراب خانہ، زنا خانہ وغیرہ میں موجود ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۱۰)

اس عبارت میں اخبار اہلِ حدیث کو کھوٹی پونجی کہنے کے ساتھ یوں بھی کہا گیا کہ اخبار اہلِ حدیث والوں کا خدا ہر جگہ ہے، ہر مکان، پائخانہ، شراب خانہ، زنا خانہ وغیرہ میں موجود ہے۔ موجودہ مدعیان اہلِ حدیث "خدا ہر جگہ .... میں موجود ہے" عبارت پر تبصرہ کر دیں کہ یہ عقیدہ کیسا ہے اور اخبار اہلِ حدیث والوں پر کیا حکم لگائیں گے؟

اللہ حاظر وناظر

مولانا ثناء اللہ امرتسری غیر مقلد کا عقیدہ تو اوپر آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ ہر اللہ جگہ موجود ہے۔ اب ایک اور صاحب کی تحریر پڑھئے۔ بابو عبد الحمید صاحب لکھتے ہیں:

"اب میں خدائے بزرگ وبرتر کو حاضر ناظر سمجھ کر جو کچھ میرا عقیدہ مسئلہ امامت کے متعلق ہے ظاہر کرتا ہوں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۱۴)

بابو صاحب ایک صفحہ بعد لکھتے ہیں:

"میں خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ..."

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۱۵)

یاد رہے کہ موجودہ مدعیان اہلِ حدیث کے نزدیک اللہ کو ہر جگہ حاضر ماننا گندہ عقیدہ ہے۔

صحیفہ اہلِ حدیث کی اشاعت جماعتی فریضہ

غرباء کے خادم ابو محمد مہاجری صاحب "جماعتی فرض" عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

"جماعت غرباء اہلِ حدیث کے ہر فرد کا جماعتی فرض ہے کہ وہ جماعت کے مایہ ناز "صحیفہ اہلِ حدیث" کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچادے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۲۹)

پتہ چلا کہ کچھ فرض جماعتی بھی ہوتے ہیں۔

کتبِ ستہ کی صحت پر اجماع کا دعویٰ

صحیفہ میں لکھا ہے:

"کتبِ صحاح ستہ اسلام کے دفاتر اور اصول ہیں۔ شرق و غرب نے ان کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۵ھ ذیقعدہ صفحہ ۳۱)

اس پر اسلاف کے کچھ حوالے درکار ہیں کہ مشرق و مغرب کے علماء نے کتب ستہ کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ یاد رہے کہ ان کتب میں سینکڑوں احادیث ایسی بھی ہیں جن سے احناف دلیل لیتے ہیں مثلاً سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ترک رفع یدین کی حدیثیں نسائی، ترمذی اور ابو داود میں موجود ہیں۔

عبد الوہاب آنجہانی کا سالانہ عرس؟!

صحیفہ اہلِ حدیث میں شیخ حمید اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

"کھلی چھٹی کو ملاحظہ فرماتے ہی شیخ صاحب غیظ وغضب میں آگئے۔ گھونگھٹ کی چادر کو چہرے سے اُٹھادیا۔ جماعت غرباء اہلِ حدیث کے چار وناچار بلا واسطہ منہ لگے۔ چنانچہ ایک اشتہار اپنے اسمِ گرامی سے بعنوان "عبد الوہاب آنجہانی کا سالانہ عرس" شائع فرمایا۔ جس میں الزامات کے ثبوت دینے کی بجائے بے لگامی، فحش کلامی کے حیرت انگیز مظاہرے اور کرشمے دکھائے ہیں جیسا کہ مشتے نمونہ از خروارے ذیل میں درج ہیں۔ ملاحظہ کیجئے! فرماتے ہیں ".....

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ صفحہ ۴)

غرباء اہلِ حدیث کے امام "عبد الوہاب" کو خود غیر مقلد بزرگ شیخ حمید اللہ نے "آنجہانی" کہہ دیا۔ یاد رہے کہ ابو الاشبال شاغف غیر مقلد نے مقالات شاغف میں شیخ البانی غیر مقلد کو "آنجہانی" کہا ہے۔

فحش کلامی کے حیرت انگیز مظاہرے اور کرشمے

صحیفہ میں آگے لکھا ہے:

"امامت کا ڈھونگ، جھوٹی اور ملعون امامت کے گڑھے، پیری ومریدی کے جال، پٹے پٹائے... سالانہ عرس، عرس کی روٹیاں، غل غپاڑہ، امامیوں کی کھلی بے ایمانی، بے حیائی، بے شرمی ڈھٹائی، سفلہ پن کھوگئے، لال بجھکڑ، بوکھلاہٹ وغیرہ وغیرہ۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ صفحہ ۴)

زبان کی شرافت کے ساتھ ساتھ اس عبارت میں انکشاف موجود ہے کہ غرباء اہلِ حدیث میں پیری ومریدی کے جال بچھائے گئے ہیں۔

بے لگامی، فحش کلامی، بدزبانی، نکتہ چینی

صحیفہ میں آگے لکھا ہے:

"خدا کی قسم جی تو چاہتا تھا کہ رخصت جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے شیخ صاحب کو ان کی اس بے لگامی، فحش کلامی، بدزبانی، نکتہ چینی کا مزہ چکھاتے، کانفرنس کا ڈھونگ رچانے کا پول کھولتے، کانفرنس کا چندہ جو جماعت غرباء اہلِ حدیث کے مقابلہ میں حق مٹانے کے لیے صرف کیا جاتا ہے۔ اس پر بھی کچھ روشنی ڈالتے۔ مگر شیخ صاحب چونکہ اُس مقدس مذہب کے ایک فرد ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں جس کے متعلق کہا جاتا ہے۔

مااہلِ حدیثم دغا رانہ شناسیم
صد شکر کہ در مذہبِ ما حیلہ و فن نیست"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ صفحہ ۴)

شیخ صاحب سے مراد "شیخ حمید اللہ غیر مقلد" ہیں۔

ابوشیبہ کے ضعف پر اجماع کا دعویٰ

مولانا عبد الحق ملتانی صاحب لکھتے ہیں:

"ابوشیبہ باجماع محدثین سخت ضعیف ہے"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۵ھ شوال صفحہ ۷)

ابوشیبہ کے سخت ضعیف ہونے پر محدثین کی طرف اجماع کو تو منسوب کر دیا مگر یہ بھی بتا دیتے کہ غیر مقلدین میں سے کس کس نے ابوشیبہ کی سند سے مروی حدیث کو اپنی کتاب کی زینت بنایا ہے۔

بیس تراویح پر بدعت کا فتویٰ

ملتانی صاحب لکھتے ہیں:

"تیسرا سوال یہ تھا کہ قرونِ ثلاثہ میں سے کسی عالم کی رائے بیس رکعات کے بدعت ہونے کی ہوئی ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق عرض ہے کہ میری نظر میں کہیں نہیں گزرا کہ کسی اہل علم نے بدعت کہا ہو۔ ہاں آٹھ رکعات کا انکار اور بیس کا لزوم صریح بدعت ہے جس پر مشاہدہ گواہ ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۵ھ شوال صفحہ ۷)

مولانا غلام رسول صاحب نے بیس رکعات کے اثبات میں مستقل رسالہ "رسالہ تراویح" لکھا۔ بیت اللہ اور مسجد نبوی میں صدیوں سے بیس تراویح کا معمول ہے اُن کی بابت بھی یہی فتویٰ ہے؟

مسنون قراءۃ والا قرآن

صحیفہ میں "قرآن شریف مسنون قراءۃ والا" عنوان قائم کر کے لکھا ہے:

"نہایت ہی عمدہ واضح الفاظ والا سنت کے موافق مطبوع شدہ سب سے سستا۔ ہم سے طلب کریں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ جمادی الثانی صفحہ ۵)

"سنت کے موافق مطبوع" کی وضاحت کر دی جاتی تو اچھا ہوتا۔ دَورِ نبوی میں تو قرآن مطبوعہ شکل میں تھا ہی نہیں تو اس جملہ کا کیا مطلب ہے؟ نیز اس کے علاوہ جو دوسرے مطبوعہ قرآن ہیں وہ مسنون قراءۃ والے نہیں؟

فیصلہ حرمین

صحیفہ میں لکھا ہے:

"کچھ عرصہ ہوا حمیدیہ پارٹی کی ناپاک کوششوں سے ایک رسالہ بنام "فیصلہ حرمین" شائع ہوا تھا۔ رسالہ مذکور کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ وہ محض غلط بے بنیاد الزامات، تہمتوں کے ذریعہ حاصل کیا گیا تھا جس میں سادہ لوح، ناواقف بھولے بھالے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈال کر مولانا مولوی عبد الوہاب صاحب محدث ہند اور جماعت غرباء اہلِ حدیث سے متنفر کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی تھی۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۲ھ ماہِ رجب صفحہ ۶)

اس کا مطلب یہ ہے کہ صحیفہ اہل حدیث کے مضمون نگار کے بقول غیر مقلدین کی حمیدیہ پارٹی نے حرمین کے مقدس نام سے وہ کچھ کیا جو کسی دَور میں احمد رضا خان بریلوی نے "حسام الحرمین" میں کیا تھا۔

درجہ صوفیت

صحیفہ میں لکھا ہے:

”حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی جو پنجاب کے سرکردہ اہلِ حدیثوں میں سے ہیں...خدا کی عنایت سے آپ ولی ہیں، صوفی ہیں، فیضِ ولی کے قائل ہیں۔ درجہ صوفیت آپ کا بلند ہے۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۲ھ ماہِ رجب صفحہ ۱۲)

اس عبارت میں ”صوفی“ کا لفظ مقام مدح میں تحریر کیا ہے جب کہ موجودہ مدعیان اہلِ حدیث تصوف اور صوفیت کے باغی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ کرم

صحیفہ میں حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی غیر مقلد کے بارے میں لکھا ہے:

”حال ہی میں آپ نے اخبار اہلِ حدیث امرتسر میں تحریر فرمایا ہے کہ: ”اور اہلِ صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دُور ہونا اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق و مال میں افزائش (الی ان قال) اور جس کسی پر آپ (رسول اللہ) کی نظر کرم پڑ گئی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو گیا“ صفحہ ۶ کالم: ۳ مؤرخہ ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۲ھ ماہِ رجب صفحہ ۱۲)

”جس کسی پر آپ (رسول اللہ) کی نظر کرم پڑ گئی اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو گیا۔“ اس کی ایسی وضاحت کریں کہ کم از کم آپ کے غیر مقلدین تو مطمئن ہو جائیں۔

تدل علی انہ واحد

غرباءِ اہلِ حدیث کے خادم مولانا محمد یونس دہلوی صاحب اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

”رات دن یہ ہم نے بے کار پیدا نہیں کئے بلکہ ان میں فکر تدبر کرنے والی قوم کے لیے بڑی بڑی نشانیاں ہیں۔ واقعی کسی نے کیا خوب کہا ہے:

وفی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ واحد“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۹ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۷)

"وفی کل شیء لہ آیۃ تدل علی انہ واحد""کو دہلوی صاحب توحیدی جملہ کے طور پر لائے ہیں جب کہ بعض غیر مقلد اس جملہ کو وحدۃ الوجود کا نام دیتے ہیں جب کہ ان کے ہاں کے وحدۃ الوجود کفریہ عقیدہ ہے۔ حاصل یہ کہ یہ جملہ دہلوی صاحب کے ہاں توحید ہے اور دوسرے بعض غیر مقلدین کے ہاں کفر۔

بریلویت اور شرک کی بُو

صحیفہ اہلِ حدیث میں لکھا ہے:

"اخبار "تنظیم اہلِ حدیث" روپر مجریہ یکم صفر ۶۰ھ مطابق ۲۸/ فروری ۱۹۴۱ھ میں "بہارِ مدینہ" کے عنوان سے ایک نظم شائع ہوئی ہے جس کے ایک دو شعر ناظرین کرام کے ملاحظہ کے لیے درج ذیل ہیں۔

الٰہی! میں آنکھوں کا سرمہ بناؤں
جو مل جائے مجھ کو غبارِ مدینہ
تمنائے دل اس قدر رہ گئی ہے
میں ہوں سامنے ہو مزار مدینہ

اس نظم کے مصرعوں سے بریلویت اور شرک کی بُو آتی ہے۔اسی سبب سے اخبار الفقیہ امرتسر مجریہ ۲۲ تا ۲۹ صفر ۶۰ھ نے اپنے فاسد عقیدہ کی تائید کے لیے بڑے فخر وناز کے ساتھ اس نظم کو نقل کیا ہے"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ماہ ربیع الآخر صفحہ ۱۵)

"بریلویت اور شرک کی بُو" ہے یا کچھ اور۔ ہے یہ عبارت مدعیان اہلِ حدیث کی۔

بریلویوں کے بھی کان کتر ڈالے

صحیفہ میں اس عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"سچ تو یہ ہے کہ ناظم صاحب نے نظم مذکور میں بریلویوں کے بھی کان کتر ڈالے ہیں۔ بریلوی حضرات اکثر نیم کا سرمہ تیار و استعمال کرتے ہیں۔ مگر ناظم صاحب خاکِ مدینہ کا سرمہ لگانے کو تڑپ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار دیکھنے کے لیے بے قرار ہیں۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۰ھ ربیع الآخر صفحہ ۱۷)

چلو جی یہ بھی اک اہم انکشاف ہے کہ مدعیان اہلِ حدیث کے کچھ لوگ بریلویوں سے بھی آگے نکل گئے ۔کان کترنے سے مراد یہی ہے ناں کہ اُن سے آگے نکل گئے۔روضہ نبوی دیکھنے کے بے قرار شخص وہاں کیسے جائیں گے ؟غیر مقلدین کے ہاں توروضہ نبوی کی زیارت کے لیے سفر کرنا ممنوع ہے۔

مزار اور اس کی خاک کے متمنی

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

”اجی حضرات !جب آپ رسول اللہ کے مزار اور اس کی خاک کے متمنی ہیں تو پھر مزار، خانقاہ بنانے اور ان کی خاک کو شفا سمجھ کر لانے والوں کی دن رات کس منہ سے تردید کرتے ہیں“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۶)

اس کا جواب انہی یعنی آپ کے مخاطب مدعیان اہلِ حدیث کے ذمے ہے وہ بتائیں کہ وہ کس منہ سے تردید کرتے ہیں۔

صفات باری تعالی میں تاویل

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

”نیز اخبار تنظیم اہلِ حدیث کی اشاعت مذکورہ کے صفحہ ۲ پر جو نظم درج ہے اس میں بھی قابلِ اعتراض باتیں مثلاً

”دستِ قدرت غافلوں کا کب ہوا ہے دستیار!
اب نہ مطرب ہے،نہ ساقی ہے نہ وہ ایام ہیں۔“

لفظ دستِ قدرت اور مطرب(قوال) قابلِ غور ہے۔صفات الہٰی کی ناجائز تاویل کرنے کی وجہ سے آپ حضرات نے مولوی ثناء اللہ امر تسری پر تکفیری فتووں کی لے دے کی ہے اور خود اس کا ارتکاب کرتے ہیں کیا خدا کے ہاتھ قدرت کے ہیں؟“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۶)

پتہ چلا کہ صفات باری کی بابت غیر مقلدین میں بھی اختلاف ہے۔ایک دوسرے پر لے دے بھی چلتی رہتی ہے۔

گانا بجانا، ناچنا، شراب پینا

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"اور گانا بجانا، ناچنا، شراب پینا جائز ہے جیسا کہ مصرعہ "اب نہ مطرب ہے" ظاہر کر رہا ہے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۵۸ھ ربیع الثانی صفحہ ۴)

"اور گانا بجانا، ناچنا، شراب پینا جائز ہے۔" واقعی؟ اگر ایسا ہے تو کیوں؟ کیا قرآن وحدیث کی خلاف ورزی نہیں؟

الزامی جوابات سے ہمیں معاف رکھیں

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"درخواست ہے کہ "تنظیم اہلِ حدیث" ان [غلطیوں (ناقل)] کی اصلاح فرمائے۔ آئندہ خیال رکھے اور الزامی جوابات سے ہمیں معاف رکھے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی:۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۶)

تنظیم اہلِ حدیث نے اُن غلطیوں کی اصلاح کی ہو ہمیں اس کا علم نہیں۔ کسی غیر مقلد کو معلوم ہے تو ہمیں بھی مطلع کرے۔

امر تسری صاحب کی بیان کردہ توحید

صحیفہ میں لکھا ہے:

"مولوی ثناء اللہ صاحب امر تسری نے اپنے اخبار اہلِ حدیث امر تسر مجریہ ۱۵/ صفر سنہ ۶۰ھ مطابق ۱۴/مارچ ۱۴۱ء میں اپنے ناظرین کرام کو مرزائی، عیسائی، شیعی، علی پوری کی توحید دکھائی ہے اور خوب دکھائی ہے جزاہ اللہ خیرا مگر ساتھ ہی اپنی یہ توحید بھی دکھا گئے کہ ساتوں آسمان اور عرش مُعلّٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے ہے چنانچہ اخبار مذکور کے الفاظ ہیں۔

تھے جب افلاک اور عرشِ معُلّٰی زیر پا تیرے
نہ پھر کیونکر ترے پاپوس کے ہو زیر پا دنیا

اُمید ہے کہ مولوی صاحب موصوف اس کی اصلاح فرمائیں گے ورنہ اندیشہ ہے کہ آنے والی نسلیں جب اخبار اہلِ حدیث کے پرچہ کو دیکھیں گی تو یہی کہیں گی کہ مرزائی، عیسائی، علی پوری اور اہلِ حدیث کی توحید یکساں تھی۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۷)

موجودہ مدعیان اہلِ حدیث مذکورہ عبارت میں درج جملہ "مرزائی، عیسائی، علی پوری اور اہلِ حدیث کی توحید یکساں تھی۔" کی وضاحت کریں اور یکسانیت کو کھول کر بتائیں۔

بیعت

صحیفہ میں لکھا ہے:

"بیعت: منڈی ہارون آباد سے واپسی کے وقت حضرت الامام ڈبر میچس آباد میں تشریف فرما ہوئے۔ وعظ و نصیحت سے مستفید فرمایا۔ ۲۷ مرد ۱۷ عورتوں نے امام صاحب کی بیعت میں داخل ہوئے۔ خدا استقامت دے آمین۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۱۷)

پتہ چلا غرباء اہلِ حدیث میں بیعت کا معمول بھی ہے۔ بیعت کے منکر غیر مقلدین پہلے غرباء سے والوں سے نمٹ لیں۔

فاروق اعظم

صحیفہ میں امام قتیبہ کے حوالے سے لکھا ہے:

"امام بخاری اپنے زمانہ کے فاروق اعظم تھے اگر گروہ صحابہ میں ہوتے تو بن کر چمکتے۔"

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۶۰ھ ربیع الثانی صفحہ ۲۵)

غیر مقلدین کے ہاں "اعظم" کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اس لیے وہ کسی امتی کو امام اعظم کہنے پر اعتراض کر دیتے ہیں تو اس جگہ امتی کے لیے فاروق اعظم کا لفظ کیسے لکھ دیا؟

مسنون قراءۃ والا قرآن مجید معریٰ

صحیفہ میں ”مسنون قراءۃ والا قرآن مجید معریٰ“ کے عنوان سے خوش خبری شائع ہوئی جس کے الفاظ یہ ہیں:

”مدت سے آرزو تھی کہ اہلِ اسلام جیسے دیگر اعمال سنت نبویہ کے مطابق بجالانے کے ہمیشہ خواہاں وجویاں رہتے ہیں ایسے ہی قرآن مجید کی تلاوت سنت نبوی کے مطابق کریں۔ بحمد للہ یہ خواہش پوری ہوئی کہ قرآن مجید مسنون قراءۃ چھپ کر تیار ہے پس شائقین سنت نبوی کو چاہیے کہ یہ قرآن مجید منگوا کر پڑھیں اور اپنی اولادوں کو بھی ابتداء سے پڑھائیں... ملنے کا پتہ : منیجر صحیفہ اہلِ حدیث صدر بازار دہلی۔“

(صحیفہ اہل حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ذیقعدہ صفحہ ۱۳)

اس پر تبصرہ پہلے ہو چکا ہے۔ موجودہ مدعیان اہلِ حدیث عبارت بالا میں مذکور مسنون قراءۃ والا قرآن پڑھتے ہیں یا غیر مسنون؟ نیز یہ بھی بتائیں غرباء اہلِ حدیث کے شائع کردہ اس مزعومہ مسنون قراءۃ والے قرآن کی اشاعت سے پہلے کون سا قرآن پڑھا جاتا تھا۔ غرباء اہلِ حدیث کے ہاں معروف ”مسنون قراءۃ والا قرآن“ اَب کہیں سے مل جاتا ہے؟ اس کا ایک نسخہ ہمیں بھی مطلوب ہے جو صاحب بھی لا دیں ہم اس کا ہدیہ فی الفور ادا کریں گے ان شاء اللہ۔

امرتسری تفسیر

ابو سلیمان عبد الرحمن صاحب (مدرسہ دار الکتاب والسنہ صدر دہلی) ”مولوی محمد صاحب جونا گڈھی جواب دیں“ عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں:

”قارئین کرام! مولوی محمد صاحب ایڈیٹر اخبار محمدی نے اپنے اخبار محمدی مجریہ ۱۵/ جون سنہ ۳۸ء میں لکھا ہے کہ: ”اغلاط (تفسیر) ثنائی کی نسبت ایک حرف تک نہ لکھنا چاہیے“ سو میری مولوی صاحب کی خدمت میں مخلصانہ التماس ہے کہ کیا جناب کے نزدیک مولوی ثناء اللہ کی عربی تفسیر کے جن مقامات سے بوجہ خلاف ہونے تفسیر سلف کے علماء اہلِ حدیث نے اختلاف کیا ہے ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب تفسیر کردہ معانی درست ہیں تو کھلے طور پر اعلان کر دیں کہ مولوی ثناء اللہ

صاحب کے تفسیر کردہ معانی میرے نزدیک بھی درست ہیں۔ لہٰذا کوئی شخص ان کے خلاف ایک حرف تک نہ لکھے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ۱۳۷۵ھ ذی قعدہ صفحہ ۲۷)

امرتسری تفسیر کے اغلاط کی بابت رسائل اہل حدیث میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔ بندہ اپنی زیر ترتیب کتاب "غیر مقلدین قرآن وسنت کی کسوٹی پر" میں غیر مقلدین کی زبانی اُن اغلاط نقل کرے گا ان شاءاللہ۔

معتزلہ، جہمیہ اور گمراہ فرقوں کے عقائد

مذکورہ عبارت کے متصل بعد لکھا ہے:

"اگر آپ کے نزدیک سلف صالحین کی تفاسیر درست ہیں تو پھر آپ اپنی سرگوشی کو مدنظر رکھتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کیوں نہیں ہدایت کرتے کہ وہ سلف سے اتفاق کر لیں اور جماعت اہلِ حدیث میں معتزلہ، جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد نہ پھیلائیں۔ مجھے اُمید ہے کہ مولوی محمد صاحب اس کا بہت جلد جواب عنایت کرکے شکریہ کا موقع دیں گے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ۱۳۷۵ھ ذی قعدہ صفحہ ۲۷)

امرتسری صاحب سلف سے اتفاق کیسے کریں جب کہ انہوں نے مظالم روپڑی میں کہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ میرے اختیار کردہ موقف کا حامی پچھلے ادوار میں کوئی ہو یا نہ ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر جگہ جگہ اسلاف کی خلاف ورزی کی دیکھئے الاربعین۔ یہ رسالہ رسائل اہلِ حدیث میں شامل ہے۔

"جماعت اہلِ حدیث میں معتزلہ، جہمیہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے عقائد نہ پھیلائیں" اس سے معلوم ہوا غیر مقلدین "اہلِ حدیث" جیسے خوش کن لیبل کے ذریعہ کیا کچھ پھیلا رہے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کی صحبت سے اعتزال وجہمیت...

اسی صفحہ پر حاشیہ میں لکھا ہے:۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب کی صحبت سے متاثر ہو کر مولوی محمد بھی اعتزال وجہمیہ کی طرف تو مائل نہیں ہو گئے۔"

(صحیفہ اہلِ حدیث دہلی ۱۳۷۵ھ ذی قعدہ صفحہ ۲۷)

مولوی محمد مائل ہوئے یا نہیں.. یہ تو بعد کے مؤرخ کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس پر اپنی تحقیق پیش کرے۔ البتہ اس عبارت سے یہ تو معلوم ہورہا ہے کہ امرتسری صاحب بقول صحیفہ اہلِ حدیث اعتزال وجہیب والے تھے۔

قرآن ختم کرنے والا پھر سے المفلحون تک پڑھے

صحیفہ میں درج ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

> ”س: حافظ ماہ رمضان المبارک میں قرآن مجید سناتے ہیں۔ جب آخر یعنی سورہ تک پہنچتے ہیں تو پھر اول سے المفلحون تک پڑھتے ہیں۔ اس کا قرآن و حدیث سے کوئی پتہ چلتا ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔
>
> ج: جامع ترمذی شریف مطبوعہ مجتبائی دہلی کے صفحہ ۱۱۸ جلد ۲ میں ابن عباس سے مروی ہے: ایک شخص نے عرض کیا: اے رسولِ خدا کون سا عمل خدا تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ حضور نے فرمایا: اترنے والا، کوچ کرنے والا یعنی قرآن شریف کو ختم کرکے پھر اول سے شروع کرنے والا۔“
>
> (صحیفہ اہلِ حدیث دہلی: ۱۳۵۷ھ ماہ رمضان صفحہ ۸)

اُمید ہے کہ غیر مقلدین اس مسئلہ پر عمل پیرا ہوتے ہوں گے۔ عام غیر مقلدین کا عمل ہو یا نہ صحیفہ اہلِ حدیث والوں کا تو ہوگا۔

کثیر تعداد میں بھینسوں کی قربانی

صحیفہ میں ”قربانیاں“ عنوان قائم کرکے لکھا ہے:

> ”امسال بھیڑوں، دنبوں، بکروں کی بکثرت قربانیوں کے علاوہ دہلی کمیلہ میں ۱۳/ ذی الحجہ کی دوپہر تک گائے بھینس کی تقریباً ۸۰۰ قربانیاں ہوئیں۔ مدرسہ دار الکتاب والسنۃ کی جانب سے ۱۳/ ذی الحجہ کو ایک بھینس کمیلہ میں ذبح کی گئی جس کو مسنون دُعا پڑھ کر امام صاحب حفظہ اللہ نے ذبح کیا۔“
>
> (صحیفہ اہلِ حدیث دہلی: ۱۳۶۴ھ ماہ محرم الحرام صفحہ ۱۶)

غیر مقلدین کا ایک گروہ بھینس کی قربانی کو ناجائز کہتا ہے جب کہ دوسرا گروہ اسے جائز سمجھتا ہے۔ صحیفہ اہلِ حدیث کی اس عبارت سے پتہ چلا کہ غرباء والے بھینس کی قربانی کو جائز سمجھتے ہیں۔ غربائے اہل حدیث کے فتاوی کے مجموعہ "فتاوی ستاریہ" میں بھی بھینس کی قربانی کے جواز پر فتوی موجود ہے۔ اس عبارت میں تیرہویں ذوالحجہ کو قربانی کی بات بھی ہے حالاں کہ حافظ زبیر علی زئی، شیخ غلام مصطفی ظہیر وغیرہ کئی غیر مقلدین چار دن قربانی کے موقف کو ازروئے دلیل کمزور بتا چکے ہیں۔

(جاری)

خارجیت (یزیدیت) شیعیت کی تقویت کا باعث ہے

قائد اہل سنت، حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

"یہ خارجی گروہ اہل السنت والجماعت کے مسلک حق کی مخالفت کر کے شیعوں کے اصل مقصد کی تکمیل کر رہا ہے کیونکہ شیعہ یہ چاہتے ہیں کہ عوام اہل السنت والجماعت اپنے مذہب حق سے بے خبر اور غافل رہیں، ان کی راہ میں سنی مذہب ہی سب سے بڑی رکاوٹ ہے کیونکہ سنی مسلمان صحابہ کرام، امہات المومنین اور تمام اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جنتی مانتے ہیں اور سب کی محبت کو اپنا جزو ایمان تسلیم کرتے ہیں، اس وجہ سے شیعوں کا یہ پروپیگنڈا کامیاب نہیں ہو سکتا کہ سنی مسلمان اہل بیت کے مخالف و منکر ہیں اور جب سنیت کے نام پر "خارجیت" ان کے سامنے آتی ہے اور خارجی لوگ حضرت علی المرتضی اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کو اپنی تنقید و جارحیت کا نشانہ بناتے ہیں اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں یزید کو ترجیح دیتے ہیں تو رافضی پروپیگنڈا کرتے ہیں کہ دیکھو جی یہ سنی لوگ اہل بیت کے منکر ہیں"

("مشاجرات صحابہ اور راہ اعتدال"، جلد:1، صفحہ:350)

=÷=

محترم عادل زمان صاحب، کراچی

اہل باطل کا طریقہ واردات اور اسلاف بیزاری

روز اول سے اہل باطل کا یہ طریقہ واردات رہا ہے کہ وہ اپنے غلط عقائد و نظریات کا پرچار کرنے کے لیے شکوک و شبہات زد زبان عام کرنے کے لیے ہر اوچھے ہتھکنڈے استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتا جب اہل حق میں سے کوئی ان کے پروپگنڈے کی نقاب کشائی کرتا ہے اور ان کی حقیقت کو عوام کے سامنے آشکارا کرتا ہے تو وہ اہل حق میں سے قد آور شخصیات کا سہارا لیتا ہے ان کو اپنے ادارے میں بلاتا ہے اور اپنے جلسوں میں مدعو کر کے بیان کرواتا ہے اپنے اشتہارات میں ان کا نام لکھتا ہے اور ان کا اعتماد حاصل کر کے یہ باور کروانے کی ناکام کوشش کرتا ہے کہ اس عقیدے کا صرف میں ہی حامی نہیں ہوں بلکہ فلاں بزرگ بھی ہے کچھ حضرات کی ہمدردی سمیٹنے کا جال بنتا ہے کچھ حضرات کی زبانوں پر ان ہی کی بولی ہوتی ہے حالانکہ اہل حق کی یہ شخصیات اخلاص و تقوی سے بات کر رہے ہوتے ہیں اور باطل شاطرانہ طرز انداز اختیار کر کے اپنے باطل نظریات کو تقویت دینے کے لیے ان کا نام لیتا ہے اور آسانی سے یہ زہر اگل دیتا ہے کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس میں اتنی شدت نہیں ہے نرمی کرنی چاہیے دونوں حق پر ہیں دونوں کے ساتھ اکابر ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

یہی روش منکرین حیات النبی ﷺ مماتیت نے اختیار کی ہے خود عقیدہ حیات النبی ﷺ کے متعلق پروپگنڈے کرتے ہیں کہ یہ اکابرین کے ہاں اختلافی ہے حالانکہ یہ بات اس طرح ہے کہ جیسے کوئی کہے کہ رات دن ہے اور دن رات ہے زمین آسمان ہے اور آسمان زمین ہے سفید سیاہ ہے اور سیاہ سفید ہے جیسے یہ بات جھوٹ ہے اسی طرح یہ کہنا کہ یہ عقیدہ اختلافی ہے یہ بھی جھوٹ کا پلندہ ہے یہ دریدہ ذہن مماتیوں کا دجل و فریب ہے کچھ ہمارے حضرات میں سے بھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ عقیدہ اکابر علماء دیوبند میں اختلافی ہے حالانکہ عقیدہ حیات النبی ﷺ میں اکابر علماء دیوبند کا اختلاف نہیں بلکہ اس عقیدے کا انکار اکابر علماء دیوبند اختلاف ہے اور یہ عقیدہ امت مسلمہ کا ایک مسلمہ اجماعی عقیدہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

سماع موتی کی بات اٹھا کر یہاں چسپاں کر دیتے ہیں کہ یہ اختلافی ہے اختلاف کا جو قول اکابرین کا قول ہے وہ سماع موتی عام مردوں کے سماع کے بارے میں ہے کہ یہ اختلافی ہے اس میں شدت نہیں ہونی چاہیے جو کہے کہ سنتے

ہیں وہ بھی ٹھیک ہے اور جو کہے کہ نہیں سنتے وہ بھی ٹھیک ہے ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ کیونکہ عام مردوں کا سماع زمن صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ ہے رہی بات عقیدہ حیات النبی ﷺ کی تو اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ اس میں اختلاف ہے تو میرا اسے چیلنج ہے کہ صرف ایک حوالہ پیش کرے کہ نعوذ باللہ عقیدہ حیات النبی ﷺ ایک اختلافی عقیدہ ہے اور حضرات انبیاء علیہ السلام کو قبر کی حیات حاصل نہیں ہے نبی کا لفظ ہو قبر کا لفظ ہو مردہ کا لفظ ہو ایک حوالہ دکھانے پر پچاس ہزار روپے بطور انعام دوں گا نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں چودہ صدیوں میں اہل السنت والجماعت کی کتاب ہو تفسیر، حدیث 'فقہ' یا کسی بھی فن کی کتاب ہو یہ اہل السنت والجماعت کا صرف دعوی ہی نہیں بلکہ اس پر دلائل کے انبار ہیں سورج سے زیادہ روشن دلائل ہیں ہمارے پاؤں ریت کے کمزور تودے پر نہیں ہیں بلکہ پتھر سے مضبوط چٹان پر ہیں اکابرین علماء دیوبند کا ہمیشہ یہ طرہ امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے اپنے دامن کو افراط اور تفریط سے بچاتے ہوئے اعتدال کے ساتھ عقائد و نظریات کو اپنایا ہے اور ہر اہل باطل کا تعقب کیا ہے-باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے مؤقف کو دلائل سے مبرہن کیا ہے عقائد و نظریات کے معاملے میں کبھی بھی سمجھوتہ نہیں کیا ہے یہ عقیدہ پوری امت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ ہے کسی دور میں بھی اہل السنت والجماعت میں اختلافی نہیں رہا ہے 1957 سے پہلے اہل السنت والجماعت میں کسی نے بھی اس عقیدے کا انکار نہیں کیا۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ منکرین حیات النبی ﷺ فرقہ مماتیت اپنی نسبت اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کی طرف کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اکابرین اہل السنت والجماعت دیوبند کی تحقیقات پر اعتماد کریں وہی عقائد و نظریات اپنائیں جو عقائد و نظریات اسلاف کے ہیں جو نظریہ اکابر نے نہیں دیا اس کو اپنانا دراصل اکابرین پر بد اعتمادی ہے یہ ٹولہ دعوی کرتا ہے کہ انکار حیات کا نظریہ نعوذ باللہ قرآن سے ثابت ہے اب میں ان سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کون سی آیت مبارکہ ہے جو تمہیں ملی اس آیت مبارکہ کی تفسیر تمہیں سمجھ میں آئی وہ آیت مبارکہ نعوذ باللہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نہ ملی اور نہ ہی ان کو سمجھ میں آئی اور نہ ہی اسلاف و اکابرین دیوبند کو یہ سارا کہ سارا دجل و فریب ہے تاریخ کے اوراق پلٹنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس قدر گمراہ فتنے ظاہر ہوئے ان کی بنیاد اپنے اسلاف سے مخالفت پر ہے گمراہی کے اسباب سے بنیادی سبب اسلاف بیزاری اور ان کی تحقیقات سے

=÷=

روگردانی ہے۔ ان نفوس قدسیہ پر بد اعتمادی ہے جنہوں نے اپنی پوری زندگی قرآن وسنت اور اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کے عقائد و نظریات کی ترویج میں صرف کردی۔

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ایک آدمی دو چار کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو محقق سمجھنے لگ جاتا ہے تھوڑا سا حلقہ بڑھتا ہے لوگ دیوبند کی نسبت کی وجہ سے احترام کرتے ہیں تو یہ اپنی رائے کو حرف آخر سمجھ بیٹھتا ہے اور اکابرین پر بد اعتمادی کی فضاء قائم کرتا ہے چاہیے تو یہ ہے کہ رائے اگر اکابرین دیوبند کی رائے سے ٹکراتی ہے تو اسے چھوڑ دینا چاہیے اور اکابرین کے دامن کو پکڑنا چاہیے کیونکہ خیر و برکت اسی میں ہے کیونکہ مؤطا امام مالک کی روایت میں ہے۔البرکۃ مع اکابرکم، برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔ہمارے اسلاف تقوی 'اخلاص اور'علم وعمل کے میدان کے شہسوار تھے اور اونچے مقام پر فائز تھے۔

اپنے حضرات سے بھی دست بستہ گزارش ہے کہ خدارا اپنے اکابر کے نظریات کے مخالف اٹھنے والے ہر خوشنما نعرے کو چاہے قرآن وسنت کے نام پر جس شکل میں بھی ہو اس کی تائید نہ کریں کسی بھی مصلحت کے شکار نہ ہوں ورنہ قیامت کے دن آپ اس روش کے جواب دہ ہونگے اور اپنے اکابرین کے سامنے بھی شرمندہ ہونگے جنہوں نے اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے لیے قربانیوں کی تاریخ رقم کی ہے انہوں نے اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے لیے کسی بھی قربانی سے دریغ نہیں کیا ہے خدارا اکابرین علماءِ دیوبند کی نسبت کی لاج رکھیں جو حضرات اہل باطل کی سرکوبی اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان عمل میں سرگرم ہیں ان کی تردید,اور ان پر تنقید ہرگز نہ کیجئے بلکہ ان کی حوصلہ افزائی کیجئے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے اسلاف پر اعتماد اور ان کی تحقیقات پر اعتماد کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور قیامت کے دن ان ہی نفوس قدسیہ کا ساتھ نصیب فرمائے آمین۔

مولانا ساجد محمود صاحب حفظہ اللہ، سلانوالی، سرگودھا (قسط:۴)

تضادات مماتیت

12. مردہ جوتوں کی آہٹ سنتا ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا حسین نیلوی صاحب صحیح بخاری کی روایت "انہ لیسمع قرع نعالھم" کی عجیب و غریب توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

> "منکر نکیر کی سرعت آمد بیان کی گئی ہے یعنی دفن کرنے والے اتنی مقدار کی دوری میں ہوتے ہیں کہ وہاں سے ان کے جوتوں کی آواز پہنچ سکتی ہو اور سن سکتا ہو۔ یعنی اتنی مقدار کی دوری میں ہوتے ہیں کہ وہاں سے ان کے جوتوں کی آواز پہنچ سکتی ہو اور سن سکتا ہو یعنی اتنی مقدار کی دوری میں سے اتنی جلدی منکر نکیر آجاتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ مردہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔"
>
> (نداء حق جلد 2 صفحہ 144)

حضرت موصوف کے اس اقتباس سے دو باتیں بڑی وضاحت کے ساتھ سامنے آئی ہیں۔

1. میت کے پاس منکر نکیر تو آتے ہیں لیکن۔
2. مردہ جوتوں کی آواز نہیں سنتا۔

پہلی شق سے موصوف اتنی بات کا اقرار کر رہے ہیں کہ مردہ کے پاس منکر نکیر آتے ہیں جب میت کے پاس منکر نکیر کا آنا ثابت ہو گیا تو ان کا زندہ ہونا بھی ثابت ہو گیا کیونکہ میت کو زندگی عطا کی گئی ہے جس کے ذریعے منکر نکیر کے وہ سوالوں کے جواب دے سکے اگر اتنی بھی زندگی عطا نہیں کی گئی جیسا کہ دوسرے مماتیوں کا عقیدہ ہے تو پھر منکر نکیر کا میت کے پاس آنے کا کیا مطلب ہے؟

دوسرے نمبر پر مولانا موصوف نے جو بخاری کی روایت کو ایک عجیب و غریب معنی پہنایا ہے اور اس طرح سماع موتی کے انکار کی راہ ہموار کی ہے۔

آیا ان کی اس دی گئی وضاحت کو ان کی جماعت تسلیم بھی کرتی ہے یا نہیں دیکھیے۔۔۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

مولانا محمد طیب طاہری لکھتے ہیں کہ

"کیونکہ سلام کرنے والے کے سلام کے وقت اس کا رد اور دفن کرنے والوں کے لوٹتے ہوئے ان کے جوتوں کی آواز کا سننا وارد ہوا ہے۔"

(مسلک الاکابر ص 12)

مسلک الاکابر کی اس عبارت میں جب میت کو دفن کرکے لوگ واپس لوٹتے ہیں تو ان کے لوٹتے وقت ان کے جوتوں کی آواز کا سننا ثابت کیا جارہا ہے۔ جبکہ حضرت نیلوی صاحب کی تحقیق کے مطابق سماع ثابت نہیں۔

13. "الانبیاء احیاء" حدیث مبارکہ صحیح ہے یا موضوع و منکر؟

حدیث مذکورہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب فرماتے ہیں۔

ہم اپنی پہلی بعض کتابوں میں یہ واضح کر چکے ہیں کہ الانبیاء احیاء لاشک فیہ

(تسکین القلوب صفحہ 47)

حضرت مولانا حسین نیلوی صاحب و دیگر مصنفین اشاعت کے ہاں یہ حدیث موضوع و منکر ہے۔

(دیکھیے نداء حق جلد 1 و عقیدت الامت وغیرہ)

14. کیا حدیث "من صلی علی" قابلِ حجّت ہے یا نہیں؟

عقائد کے باب میں ضعیف روایت قابل اعتبار نہیں۔ جب تک کہ کوئی روایت ثقہ راویوں سے اپنی پوری شرائط کے ساتھ صحیح کے درجہ کو نہ پہنچ جائے تب تک اس سے اپنا مدعا ثابت کرنا کسی صورت درست نہیں بالخصوص میدان مناظرہ میں تو ہمیشہ اہل حق صحیح اور ثقہ روایت کو ہی اپنے دعوی میں بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خانؒ کے سوانح حیات میں درج ہے کہ

"چھچھ کے علاقہ میں حضرت مناظرہ کے لیے تشریف لے گئے اس موقع پر انہوں نے تقریر فرمائی اور حدیث من صلّی علیَّ الخ پڑھ ہی یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو آدمی میری قبر کے قریب درود شریف پڑھے میں خود سن لیتا ہوں اور جو شخص دور دراز جگہ میں پڑھے تو اللہ کے فرشتے مجھ تک پہنچا دیتے ہیں اس پر میاں عبدالحق **غور غشتی** والے نے

بڑے درشت لہجہ میں کہا جھوٹ کہہ رہے ہو غلط کہہ رہے ہو نبی تو ہر جگہ حاضر ناظر ہیں اور ہر ایک آدمی کا درود شریف بنفس نفیس خود سنتے ہیں۔

حضرت شیخ القرآن نے فرمایا آپ قرآن مجید یا حدیث سے کوئی حدیث دکھادیں جس میں لکھا ہو کہ حضور ﷺ ساری دنیا کے لوگوں کے درود شریف خود ان کے پاس جا کر سنتے ہیں۔"

(سوانح شیخ القرآن صفحہ 326 مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ راولپنڈی)

اس واقعہ سے دو باتیں سمجھ آئیں۔

1... حضرت شیخ القرآن نے حدیث کو حدیث ہی سمجھا نہ کہ موضوع و منکر۔

2... قابل استدلال اور حجت سمجھا۔

تبھی تو میدان مناظرہ میں فریق مخالف کو یہی روایت بطور دلیل پیش کر دی۔

مگر ہمارے کرم فرماؤں میں کچھ وہ لوگ بھی پائے جاتے ہیں جن کا موقف یہ ہے کہ یہ روایت دونوں سندوں سے خواہ ابوالشیخ کی سند ہو یا محمد بن مروان کی موضوع و من گھڑت ہے۔

(دیکھیے المسلک المنصور از بکھروی بحث روایت من صلّی علیَّ)

15. محلّ عذاب و ثواب میں مماتیوں کا نزاع

حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب بڑی وضاحت سے لکھتے ہیں کہ

فقہائے کرام اور متکلمین کے نزدیک یہ جسم خواہ ریزہ ریزہ ہو چکا ہو پھر بھی قبر کے عذاب و ثواب اور تألمّ و تلذّذ میں وہ روح کا شریک ہے اور فتوی بھی فقہائے کرام کے قول پر دینا چاہیے۔

(تسکین القلوب صفحہ 47)

نیز ایک اور مقام پر شرح مشکوۃ میں تحریر کرتے ہیں۔

وقال الفقها رحمهم الله هوللروح مع الجسد ويشارک الجسد فيه الروح

ترجمہ: حضرات فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ عذاب و راحت روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور جسم اس میں روح کے ساتھ شریک ہے

(التعلیق الفصیح جلد 1 صفحہ 39)

اس دعویٰ کے برعکس ایک اور اشاعتی مولوی میدان میں کودتے ہیں اور پوری جماعت کے عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

”عقیدہ جمعیت اشاعت التوحید والسنہ اس زمینی قبر میں روح کا اعادہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس میں حساب و کتاب اور سوال و جواب ہوتا ہے اور نہ ہی روح کا جسد عنصری سے تعلق رہتا ہے نہ ہی جسد رنج والم اور دکھ سکھ محسوس کرتا ہے قبر میں یہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔“

(عقائد علمائے اسلام از خالدی صفحہ 625)

16. واقعہ اعرابی کے متعلق مماتیوں کا تضاد

اہل سنت والجماعت کی کئی کتب میں ایک واقعہ جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلمؐ کی وفات کے تین دن بعد روضہ اقدس پر آیا اور آکر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ

”اے اللہ کے رسول ﷺ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں تو اچانک قبر مبارک سے آواز آئی تیری مغفرت کر دی گئی۔“

کتب اہل سنت میں موجود حضرت علی کی اس روایت والے واقعہ پر ایک مماتی قلم کار خوب گرجا برسا اور پھر طیش میں آکر اپنے قلم کو جنبش دیتے ہوئے لکھتا ہے کہ

اس گروہ (اہل سنت والجماعت از راقم) کی ایک گپ ہے کہ قبر سے ہاتھ نکلا اور آواز آئی۔

(فرقہ حیاتیت شیعت کی گود میں صفحہ 4)

یعنی موصوف صاحب کا کہنا ہے اس واقعہ کی کوئی حقیقت نہیں یہ ایک گپ ہے جسے کتب اہل سنت میں اہل سنت علماء نے زبردستی درج کر دیا ہے۔ اگر ہمارے قارئین تھوڑی سی بھی توجہ فرمائیں تو (انشاءاللہ) یہ بات واضح ہو جائے گی کہ ان کو اہل سنت علماء سے کتنی نفرت اور علماء صالحین کے بارے ان کا کیا نظریہ ہے؟ کتب اہل سنت میں گویا ان صاحب کے نزدیک گپیں ہیں حقیقت نام کی کوئی شے تک نہیں (استغفر اللہ)

اللہ تعالیٰ ہمیں سلف صالحین اور علمائے کاملین سے بدگمانی رکھنے سے محفوظ فرمائے۔

مگر ہم موصوف صاحب اور ان کے متبعین کی خدمت میں اتنا ضرور عرض گزار ہوں گے کہ غیض وغضب کی آگ کو اتنا بھی زیادہ نہ بھڑکایا جائے کہ کہیں اس کی تپش اور گرمی سے خود اپنے ہی نظریاتی و مذہبی افراد جلنے، بھننے اور ختم ہونے لگیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ نے اس مکمل واقعہ کو محدثین کرام سے لے کر اپنی کتاب "تحریرات حدیث" میں درج کیا ہے۔ واضح رہے کہ یہ کتاب حضرت مولانا حسین علی صاحبؒ کی زندگی کی آخری تصنیف ہے۔ (یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ دیکھیے تحریرات حدیث صفحہ 256)

17. کیا امام صاحبؒ سے سماع اور عدم سماع کے متعلق کوئی روایت منقول ہے؟

ہمارے کرم فرما اپنے مذہب عدم سماع موتی کو سیدنا امام اعظمؒ کی طرف منسوب کر کے کہتے ہیں کہ یہ مذہب (عدم سماع وعدم حیات) کا ہمارے امام صاحب کا ہے اور امام صاحب نے بڑی وضاحت وصراحت سے اس مسلک کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ اشاعت التوحید کے موجودہ مرکزی امیر مولانا محمد طیب طاہری فرماتے ہیں

انک لا تسمع الموتی وغیرہ آیات قرآنیہ کی روشنی میں سیدہ عائشہ صدیقہؓ سیدنا الامام الاعظمؒ اور علمائے احناف کا موقف یہ ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ بلفظہ۔۔۔

(مسلک الاکابر صفحہ 45)

امیر موصوف صاحب کا حضرت امام صاحب کی جانب عدم سماع موتی کا قول کس طرح جھوٹ کے پانی کے ساتھ دھلا ہوا ہے ہم اپنی جانب سے اس پر خود تجزیہ کرنے کے بجائے انہی کے ایک پرانے بزرگ کا حوالہ درج کیے دیتے ہیں جس سے صاف ظاہر ہو جائے گا کہ امیر محترم حضرت امام صاحب کی جانب بے دھڑک غلط قول کی نسبت کر رہے ہیں۔

چنانچہ اشاعت التوحید کے قدیم محقق حضرت مولانا سید حسین نیلویؒ صاحب اس بارے لکھتے ہیں کہ

"حضرت امام اعظمؒ سے صراحتاً کوئی روایت نہیں ملتی نہ سماع کی نہ عدم سماع کی۔ بلفظہ۔۔۔"

(نداء حق صفحہ 33)

حوالہ بالا کے پیش نظر جب امام صاحب سے کوئی صراحت ہی نہیں تو عدم سماع کو امام صاحب کا مذہب قرار دینا کیا یہ امام اعظم ابو حنیفہؒ پر جھوٹ اور بہتان نہیں؟

محترم محمد مدثر علی راؤ صاحب حفظہ اللہ (قسط:۳)

قادیانیت کی گرتی دیوار کو غامدیت کا سہارا

قارئین کرام! کمالات نبوت کی تشریح جاننے کے بعد ہم اب حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا عقیدہ ختم نبوت آپ حضرات کے سامنے پیش کرتے ہیں لیکن اس سے پہلے ہم غامدی صاحب کی خدمت میں چند گزارشات عرض کریں گے۔

1: امام ربانی کی عبارات کی جو خود ساختہ تشریح غامدی صاحب نے بیان کی اسے امام ربانی سے ثابت کریں یا کم از کم یہ تسلیم کریں کہ یہ تشریح موصوف نے اپنی طرف سے کی تھی وگرنہ اسے علمی خیانت میں شمار کیا جائے گا۔

2: غامدی صاحب نے چونکہ مرزا قادیانی کی وکالت کرتے ہوئے امام ربانی کی عبارات کو پیش کیا جس سے ایسا تاثر دیا گیا کہ گویا جو عقائد و نظریات مرزا قادیانی کے تھے وہی امام ربانی کے بھی تھے جبکہ امام ربانی تو مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات سے بالکل بری الذمہ ہیں۔

3: غامدی صاحب نے جب امام زبانی کی عبارات پیش کیں تو انکا عقیدہ ختم نبوت کیوں نہیں پیش کیا؟ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی کہ مرزا قادیانی نے جو کچھ اپنی کتب میں لکھا اسے اجرائے نبوت کے دلائل کے طور پر لکھا جبکہ امام ربانی تو سرے سے ہی اجرائے نبوت کے نہیں بلکہ ختم نبوت کے قائل تھے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا عقیدہ ختم نبوت

یہاں ہم حضرت کے عقیدہ ختم نبوت کی بابت انکی دو عبارات نقل کریں گے۔

عبارت نمبر:1

”اول انبیاء آدم است علی نبینا وعلیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات والتحیات و آخر ایشان وخاتم نبوت شان حضرت محمد رسول اللہ است علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات بجمیع انبیاء ایمان باید دانست عدم ایمان بیکے ازیں بزرگواران مستلزم عدم ایمان است بجمیع ایشان علیہم الصلوات والتسلیمات چہ کلمہء ایشاں متفق است واصول دین شاں واحد و حضرت عیسیٰ علیہ نبینا وعلیہ الصلاۃ

والسلام کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات۔"

ترجمہ: انبیاء میں سے سب سے پہلے حضرت آدم علی نبینا وعلیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں اور ان میں سب سے آخری اور خاتم نبوت حضرت محمد رسول اللہ علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات ہیں، لہٰذا تمام انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات پر ایمان لانا چاہیے اور سب کو معصوم اور سچا سمجھنا چاہیے ان میں سے کسی ایک پر ایمان نہ لانا تمام انبیاء پر ایمان نہ لانے کو مستلزم ہے کیونکہ ان سب کا کلمہ متفق ہے اور دین کے اصول بھی ایک ہیں اور حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام جب آسمان سے نزول فرمائیں گے تو وہ خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات والتسلیمات کی شریعت کی پیروی کریں گے۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب نمبر 17)

عبارت نمبر 2:

حضرت اپنے ایک اور مکتوب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

"و در شان حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمودہ است علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام لوکان بعدی نبیا لکان عمر یعنی لوازم و کمالاتے کہ در نبوت در کار است ہمہ را عمر دارد، اما چوں منصب نبوت بخاتم الرسل ختم شدہ است علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام بدولت منصب نبوت مشرف نہ گشت۔"

ترجمہ: اور حضرت (عمر) فاروق رضی اللہ عنہ کی شان میں (آنحضرت ﷺ) نے فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتے، یعنی جو لوازم و کمالات نبوت درکار ہیں وہ سب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اندر ہیں لیکن چونکہ نبوت کا منصب خاتم الرسل علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ منصب نبوت کی دولت سے مشرف نہ ہوئے۔

(مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی، دفتر سوم، مکتوب نمبر 24)

پس جناب امام ربانی کی درج بالا ان دو عبارات سے انکے عقیدہ ختم نبوت کیساتھ ساتھ عقیدہ رفع و نزول عیسیٰ علیہ سلام بھی ثابت ہو گیا جسے غامدی صاحب نے پیش نہیں کیا جو کہ انہیں کرنا چاہیے تھا۔

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

اب ہم عرض کرتے ہیں کہ غامدی صاحب نے کمالات نبوت سے متعلق امام ربانی کی عبارات کی جو خود ساختہ تشریح کی اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ جیسے امام صاحب کے نزدیک کسی نہ کسی صورت میں وحی کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔۔۔نہایت ہی پرلے درجے کی بد دیانتی، علمی خیانت اور ایک بہتان تھا کیونکہ امام صاحب کے نزدیک ایسی کوئی تشریح ثابت نہیں۔

قارئین کرام!غامدی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت اور قادیانیت کے مسئلہ کو متنازعہ فیہ بنانے کے لیے حضرات صوفیاء کرام کی عبارات کی خود ساختہ تشریح کر کے اس میں شکوک شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی۔

مرزا قادیانی تنہاء مجرم نہیں!

غامدی صاحب کا کہنا ہے کہ اگر کسی کو مجرم قرار دینا ہے تو پھر سب کو مجرم قرار دیا جائے تاکہ تنہاء مرزا قادیانی کو اور سب کو ہی مرزا قادیانی کیساتھ کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔

غامدی صاحب کی اس بات پر ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے قرب قیامت نازل ہونے والے عیسیٰ ابن مریم علیہ سلام ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر اپنے اس دعوے کے منکرین کو کافر بھی قرار دیا۔

(ملاحظہ ہو روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 185)

پھر ایک اور جگہ مرزا قادیانی دعویٰ کرتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کا فرستادہ ہے اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اسکا دشمن جہنمی ہے۔

(ملاحظہ ہو روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 62)

سوال یہ ہے کہ کیا وہ صوفیاء کرام جن کی عبارات کو غامدی صاحب نے مرزا قادیانی کی وکالت کرتے ہوئے پیش کیا۔۔۔کیا ان سب صوفیاء کرام نے بھی ایسا کوئی دعویٰ کیا آخر؟ کیا ان سب نے اپنے منکرین پر فتویٰ کفر لگایا؟ کیا انہوں نے اپنے دشمنوں کو جہنمی قرار دیا؟ کیا ان سب نے لوگوں کو اپنی تعلیمات پر ایمان لانے کی دعوت دی کبھی؟

اگر نہیں اور ہرگز نہیں، تو پھر ثابت ہوا کہ ان اکابرین امت کا عقیدہ اور مؤقف اور ہے اور مرزا قادیانی کا عقیدہ اور مؤقف اور۔ اب بتائیے کہ غامدی صاحب کیسے مرزا قادیانی کو اور صوفیاء کرام کو ایک ہی کٹہرے میں کھڑا کر سکتے ہیں؟ (جاری)

محترم محمد حذیفہ راحکوٹی صاحب حفظہ اللہ

نواصب کا دوہرا معیار

عبد الغفور سیالکوٹی ناصبی لکھتا ہے کہ:

"یزید کے فاسق و فاجر اور زانی و شرابی وغیرہ وغیرہ ہونے پر صحابہ کا اجماع ہرگز نہ تھا بلکہ اس سے متعلق ان میں اختلاف تھا"

(دفاع حضرت معاویہ"، ص:601)

اسی طرح سیالکوٹی ناصبی کا بیٹا لکھتا ہے کہ:

"اوکاڑوی صاحب کو یہ علم ہی نہیں کہ یہ بھی "مشاجرات صحابہ" کا مسئلہ ہی ہے، دونوں طرف صحابہ کرام ہی تھے یزید کی بیعت کرنے والے بھی اور نہ کرنے والے بھی"

("حاشیہ، دفاع معاویہ"، ص:657)

مذکورہ بالا دونوں اقتباسات سے پتا چلا کہ یزید کی بیعت کرنے، نہ کرنے اور اس کے زانی، شرابی اور فاسق ہونے میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اختلاف تھا اور یہ معاملہ بھی "مشاجرات صحابہ" سے تعلق رکھتا ہے، اور "مشاجرات صحابہ" کے معاملے میں ناصبی ٹولے کا مؤقف یہ ہے کہ کسی کو سرے سے یہ اختیار ہی حاصل ہی نہیں ہے کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے معاملات میں "حکم" بن کر کسی کو مصیب قرار دے اور کسی کو "مخطی" قرار دے، چنانچہ طاہر ہاشمی اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ کسی غیر صحابی مجتہد کو یہ اختیار سرے سے حاصل ہی نہیں ہے کہ وہ کسی صحابی مجتہد کا تخطیہ کرتا پھرے"

("اسمعیل ریحان کی تاریخ امت مسلمہ اور تنقیص صحابہ"، ص:321)

اسی طرح طاہر ہاشمی اپنی دوسری کتاب میں لکھتا ہے کہ:

"یہ بھی ملحوظ رہے کہ جن اصحاب رسول نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا وہ صاحب معاملہ تھے، حالات ان کے سامنے تھے "الصحابة كلهم عدول" میں شامل تھے، فقیہ و مجتہد

تھے اور انہیں امام عادل و خلیفہ راشد سے جنگ کرنے کا مسئلہ بھی معلوم تھا، پس اگر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف کیا یا ان کے مقابلے میں آئے تو ان کے نزدیک اس چیز کی شرعاً گنجائش موجود ہوگی بعد کے کسی بھی "مفکر" کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مسئلہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں"

("تذکرہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ"، ص:508)

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے آپس کے اختلافی معاملات میں نواصب کے نزدیک کسی غیر صحابی کو کسی قسم کا کوئی اختیار حاصل ہی نہیں ہے کہ وہ ان کے معاملات میں کسی کا تخطیہ کرے اور کسی کی تصویب کرے، لیکن حیرت کی بات ہے کہ سیالکوٹی ناصبی کا بیٹا حافظ عبید اللہ اپنے ہی گرو گھنٹالوں کی مخالفت کرتے ہوئے "مفکر" بن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اختلافی معاملات میں اپنی کتاب میں فیصلے سنا رہا ہے، چنانچہ وہ اپنی کتاب میں واقعہ حرہ کے موقع پر اہل مدینہ کے خروج کے حوالے سے لکھتا ہے کہ:

"لہٰذا اہل مدینہ کے جن لوگوں نے یزید کی بیعت کر کے توڑی اور پھر اس کے عامل کو زبردستی مدینہ سے نکالا اور ایک امیر کے ہوتے ہوئے دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کی، اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ یزید واقعی فاسق ہو گیا تھا تو بھی ان کا یہ اقدام "فرامین نبویہ" اور جمہور اہل سنت کے عقیدہ سے مطابقت نہیں رکھتا"

("شہید کربلا اور کردار یزید کا تحقیقی جائزہ"، ص:392،391)

گویا حافظ عبید اللہ "مفکر" بن کر مدینہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو مسئلہ سمجھا رہا ہے کہ آپ کا یزید کے خلاف خروج شرعاً جائز نہیں تھا اور آپ نے یہ خروج کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی مخالفت کی ہے، گویا ناصبی منطق کے مطابق مدینہ کے صحابہ و تابعین کو مسئلہ معلوم نہ تھا، اور ان کے سامنے یہ احادیث نہیں تھیں، آج چودہ صدیوں کے بعد حافظ عبید اللہ انہیں مسئلہ سمجھا رہا ہے، اسی طرح ایک اور جگہ یزید نے اہل مدینہ پر جو چڑھائی کی تھی اس کا جواز ثابت کرنے کیلئے ایک جگہ لکھتا ہے کہ:

"دوسری بات یہ عرض کرنی ہے جو ہم پہلے بھی لکھ آئے ہیں کہ گیاوی صاحب یہ بھی بتائیں کہ مسلمان امام وقت کے خلاف خروج کرنے والوں، اس کی بیعت کر کے پھر توڑنے والوں اور اس

کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟، کیا جو احادیث نبویہ ہم نقل کر آئے ہیں ان میں "صحابی" اور "غیر صحابی" کی کوئی تفریق کی گئی ہے؟ کہ اگر ایسا اقدام کرنے والا کوئی صحابی ہو تو اسے کچھ نہیں کہنا، اور اگر غیر صحابی ہو تو اس کے ساتھ قتل و قتال کرنے کی اجازت ہے"

("شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ"، ص:398)

گویا عبید اللہ کے نزدیک مدینہ کے صحابہ و تابعین نے یزید کی مخالفت کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی مخالفت (یاد رہے کہ عبید اللہ نے کہیں بھی ان صحابہ و تابعین کے اقدام کو "خطاء اجتہادی" نہیں کہا بلکہ سیدھا انہیں فرامین نبویہ کا مخالف قرار دیا ہے جو کہ ظاہر ہے کہ گناہ ہے....ناقل) کی تھی لہذا ان پر وہ تمام وعیدیں اور احکامات لاگو ہوں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاکم وقت کے خلاف خروج والوں کے بارے میں ارشاد فرمائے ہے، اور یزیدی فوج نے ان کے ساتھ جو کچھ کیا تھا وہ بالکل درست کیا تھا، قارئین کرام! یہ ہے کہ ان نواصب کی یزید سے خالص محبت کہ اس کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اپنے ہی اصولوں کی خلاف ورزی کر کے سیدھا سیدھا "فرامین نبویہ "کا مخالف قرار دیا جارہا ہے لیکن اس کے باوجود بھی ان کی "سنیت" پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور ادھر ہم اگر خلیفہ راشد اور مہاجر صحابی حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو "مجتہد مخطی" کہہ دیں تو ہم ہو جاتے ہیں "سبائی" اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو عدالت کے کٹہرے میں لاکر فیصلے سنانے والے، دوسری طرف سیالکوٹی ناصبی کی تصریح کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان "مختلف فیہ" اور "متنازع" شخصیت یزید علیہ مایستحقہ کی محبت میں عبید اللہ ہے کہ اس (یزید) کے مقابلے میں آنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو سیدھا سیدھا "فرامین نبویہ" کی مخالفت کرنے والا اور انہیں حاکم وقت کے خلاف خروج کرنے پر وارد ہونے والی وعیدوں کا مستحق ٹھہرا رہا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اسے کوئی کچھ کہہ نہیں سکتا کیونکہ اس نے نواصب کے روحانی ابو یزید کے دفاع کا جو کارنامہ سرانجام دیا ہے اسلئے اس کے صدقے میں اسے سب معاف ہے، ایک طرف تو عبید اللہ کا باپ سیالکوٹی ناصبی اس قدر غلو کرتا ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو "مجتہد مخطی" کہنے کیلئے بھی تیار نہیں ہے، چنانچہ سیالکوٹی خود لکھتا ہے کہ:

"میری کوئی الگ رائے ہر گز نہیں ہے البتہ اپنے دوسرے اور چھوٹے سردار و مولیٰ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو ادھر اُدھر کی ہانکی جاتی ہے ان سے میں ضرور بے زار ہوں، ان کو جائر، عادل عن الحق، ظالم، تارک القرآن والحدیث اور باغی، طاغی کہنا تو بہت دور کی بات ہے میں تو ان کو "مخطی" کہنے کیلئے بھی تیار نہیں"

("دفاع معاویہ"، ص:533)

اور دوسری طرف اسی سیالکوٹی کا بیٹا مدینہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو "فرامین نبویہ" کا مخالف قرار دے رہا ہے، دراصل اس میں اصل راز یہ ہے کہ ان ناصبیوں کا مقصود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دفاع نہیں ہے بلکہ اپنی من پسند شخصیات کا دفاع اور انہیں حد سے بڑھانا ہے جیسا کہ روافض کا وطیرہ ہے چونکہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں تھے، اسلئے ان کی "خطاء اجتہادی" بھی ناصبی ماننے کیلئے تیار نہیں جو کہ جمہور اہل السنت والجماعت کا مسلک ہے اور دوسری طرف مدینہ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یزید کے مقابلے میں تھے اسلئے انہیں بیک جنبش قلم "فرامین نبویہ" کا مخالف لکھنے میں بھی ناصبیوں کو کوئی مسئلہ نہیں ہوتا اور ان کی "سنیت" جوں کی توں بر قرار رہتی ہے کیونکہ ان کی من پسند شخصیت کا جو دفاع ہو گیا۔

حافظ عبید اللہ ناصبی کا دوہرا معیار

حافظ عبید اللہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے کہ:

"کسی راوی کی ذات پر فاسق یا شرابی یا زانی وغیرہ کی جرح کا معاملہ اجتہادی نہیں ہوتا بلکہ خالص شہادت پر مبنی ہوتا ہے لہذا اگر کسی راوی پر "شراب نوشی" یا "زناکاری" یا "فسق" کی کوئی جرح کرے تو اسماء الرجال میں بھی اس کیلئے شرعی شہادت درکار ہے اور شہادت بھی ان کی جو ملزم کے ہم عصر ہوں ورنہ ایسی جرح کو مسترد کر دیا جاتا ہے، یہ کوئی اجتہادی معاملہ نہیں بلکہ اس کیلئے قطعی ثبوت درکار ہے اور اس کا ثبوت صرف اس طریقے سے ہو گا جو شریعت نے مقرر کیا ہوا ہے"

(شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ صفحہ:۲۰۷)

مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ حافظ عبید اللہ کے نزدیک کسی بھی راوی کو "فاسق" ثابت کرنے کیلئے صرف علماء جرح و تعدیل کی آراء کافی نہیں ہیں بلکہ اس کیلئے اس راوی کے کسی ہم عصر کی شرعی شہادت ضروری ہے اور وہ شہادت بھی قطعی و یقینی طریقے سے ثابت ہو، ورنہ وہ جرح مردود ہوگی، اب ذرا تھوڑی دیر رک کر قارئین کرام اس بات کو بھی جان لیں، کہ "جھوٹ بولنا" اور "جھوٹی حدیثیں گھڑنا" یہ دونوں کام بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہیں کیونکہ ان دونوں پر وعیدیں موجود ہیں لہٰذا ان کا "فسق" ہونا بھی بالکل واضح ہے، جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ اب حافظ عبید اللہ کے مذکورہ بالا اصول سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی راوی کو "کذاب" یا "وضاع" ثابت کرنے کیلئے اس راوی کے کسی ہم عصر کی شرعی شہادت قطعی و یقینی طریقے سے ہونا ضروری ہے ورنہ اس کا "کذاب" یا "وضاع" ہونا ثابت نہیں ہوگا کیونکہ یہ اس پر "فسق" کا الزام ہے جو شرعی شہادت سے ہی ثابت ہوگا۔

آیئے اب ہم آپ کے سامنے ابو مخنف، واقدی اور محمد بن زکریا الغلابی پر حافظ عبید اللہ کی طرف سے کی گئی "کذاب" و "وضاع" ہونے کی جروحات کا نمونہ پیش کرتے اور پھر دیکھتے ہیں کہ آیا ان راویوں پر عبید اللہ نے جو "فسق" کا الزام لگایا ہے اس پر شرعی شہادت بھی پیش کی ہے یا صرف علماء کی ذاتی آراء نقل کی ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں حافظ عبید اللہ ابو مخنف کے بارے لکھتا ہے کہ:

1: "ابن الجوزی رحمہ اللہ (م ۵۹۷ ہجری) نے ایک روایت کے بارے میں کہا:

"وفی حدیث ابن عباس ابوصالح الکلبی و ابومخنف، کلھم کذابون"

ابن عباس کی اس حدیث کی سند میں ابو صالح کلبی اور ابو مخنف ہے اور یہ سب کذاب ہیں۔

امام سیوطی (م ۹۱۱ ہجری) نے کہا:

"لوط والکلبی کذابان"

لوط (بن یحییٰ) اور کلبی دونوں کذاب ہیں

ابن عراق الکنانی (م 963 ہجری) نے کہا:

"لوط بن یحیی ابومخنف کذاب تألف"

"لوط بن یحیی جھوٹا اور قابل رد راوی"

(شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ صفحہ: ۶۸,۶۵)

یہاں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ حافظ عبید اللہ نے ابو مخنف پر "فسق" (کیونکہ جھوٹ بولنا فسق ہے) کا الزام ثابت کرنے کیلئے صرف اور صرف علماء جرح و تعدیل کی آراء نقل کی ہیں اور کوئی شرعی شہادت پیش نہیں کی لہذا حافظ عبید اللہ ہی کے اصول سے اس کی کی گئی جرح باطل اور مردود ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اب ہم دوسرے راوی واقدی کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں آیا حافظ عبید اللہ نے یہاں بھی اپنے اصول کی پاسداری کی ہے یا نہیں، چانچہ ملاحظہ فرمائیں، حافظ عبید اللہ واقدی کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

2: "آیئے پہلے دیکھتے ہیں کہ ان واقدی صاحب کے بارے میں علماء جرح و تعدیل نے کن الفاظ کے ساتھ جرح کی ہے:

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ:

"كتب الواقدى كذب"

واقدی کی کتابیں (کذب) جھوٹ ہیں۔

اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے واقدی کے بارے میں فرمایا:

"وكان عندى ممن يضع"

میرے نزدیک (واقدی) ان لوگوں میں سے تھا جو حدیثیں گھڑتے تھے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"هو كذاب"

"وہ بڑا جھوٹا ہے"

(شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ صفحہ: ۵۲,۵۴)

یہاں بھی حافظ عبید اللہ نے "فسق" کا الزام ثابت کرنے کیلئے کوئی شرعی شہادت پیش نہیں کی بلکہ صرف علماء کی ذاتی آراء ہیں جو کہ کافی نہیں ہیں لہذا حافظ عبید اللہ کی یہ جرح بھی اسی کے اپنے اصول کے مطابق باطل اور مردود ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اب ہم تیسرے راوی محمد بن زکریا الغلابی کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ آیا اس کے بارے میں حافظ عبید اللہ نے اپنے اصول کے مطابق جرح کی ہے یا نہیں، چانچہ حافظ عبید اللہ محمد بن زکریا الغلابی کے بارے میں لکھتا

ہے کہ:

3:"آیئے ایک تیسری شخصیت محمد بن زکریا الغلابی کا تعارف دیکھتے ہیں:

امام دار قطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"یضع الحدیث"

یہ حدیثیں گھڑتا تھا۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"محمد بن زکریا الغلابی، کذاب"

محمد بن زکریا الغلابی بڑا جھوٹا ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے ایک جگہ اسی راوی کی ایک روایت ذکر کر کے لکھا ہے:

"ھذا حدیث موضوع وضع محمد بن زکریا"

یہ من گھڑت حدیث ہے جسے محمد بن زکریا نے گھڑا ہے"

(شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ صفحہ: ۷۹،۸۰)

یہاں بھی آپ دیکھ سکتے ہیں کہ "فسق" کا الزام ثابت کرنے کیلئے کوئی شرعی شہادت پیش نہیں کی گئی بلکہ صرف علماء جرح و تعدیل کے اقوال پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ یہ راوی "کذاب" و "وضاع" تھا لیکن چونکہ یہ جرح بھی اصول کے مطابق نہیں ہے لہٰذا یہ بھی مردود و باطل ہے اور صرف علماء کی ذاتی آراء ہیں جو حافظ عبید اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہیں چنانچہ وہ خود لکھتا ہے کہ:

"تو ہم بھی گیاوی سے عرض کرتے ہیں کہ آپ کو یہ اصول معلوم ہونا چاہیے کہ کسی کی بے گناہی ثابت کرنے کیلئے یا اس پر لگائے گئے الزامات سے اس کی براءت کیلئے دلائل کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جب اس کے خلاف لگائے گئے الزامات کے حق میں کوئی قابل اعتماد اور شرعی طور پر پکی دلیل یا ثبوت پیش کیا جائے، لہٰذا آپ کے پاس بھی ابو مخنف، واقدی اور محمد بن زکریا جیسے جھوٹوں کی روایات نیز منقطع و ضعیف روایتوں کے سوا کچھ ہے تو پیش کریں، یا اگر

ضابطہ شریعت کے مطابق کوئی عینی شہادت ہے تو وہ سامنے لائیں ورنہ چند علماء کی ذاتی آراء سے صفحے سیاہ کر کے رعب نہ جمائیں"

(شہید کربلا اور کردار یزید کا علمی و تحقیقی جائزہ صفحہ:۱۷۶،۱۷۵)

لیکن حیرت کی بات ہے کہ حافظ عبید اللہ اپنی باری میں یہ سارے اصول بھول گیا اور مذکورہ بالا راویوں کے بارے میں صرف اور صرف علماء جرح و تعدیل کے اقوال نقل کر کے صفحات سیاہ کئے اور کوئی شرعی شہادت پیش کئے بغیر یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ سب راوی "کذاب" اور "وضاع" ہیں، حالانکہ حافظ عبید اللہ کے اپنے ہی اصول کی رو سے ان میں سے کوئی بھی راوی "کذاب" اور "وضاع" ثابت نہیں ہوتا کیونکہ شرعی شہادت موجود ہی نہیں ہے، اگر حافظ عبید اللہ ان علماء کی آراء کی وجہ سے بغیر شرعی شہادت کے ان راویوں کو "فاسق" یعنی "کذاب" اور "وضاع" مانتا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ یزید کی باری میں اس کے پیٹ میں مروڑ اٹھتا ہے اور "شرعی شہادت" کی رٹ لگانا شروع کر دیتا ہے، اگر شرعی شہادت کے نہ ہونے کی وجہ سے ان علماء کی یزید کے بارے میں "فسق و فجور" کی آراء مردود اور ناقابل قبول ہیں تو پھر شرعی شہادت تو ان راویوں کے بارے میں بھی نہیں پائی جارہی تو پھر کس بنیاد پر ان راویوں کو ہم عصر کی شہادت کی عدم موجودگی کے باوجود "کذاب" و "وضاع" کہا جارہا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اصل مسئلہ یزید کو بچانے کا ہے کہ کسی طرح اس کا "فسق و فجور" ثابت نہ ہو جائے پھر چاہے اس کیلئے اپنے وضع کردہ اصول ہی کیوں نہ توڑنے پڑیں اور جمہور کی مخالف ہی کیوں نہ کرنی پڑے بس یزید کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

محترم احتشام انجم شامی صاحب

ابو حامد رضوی کی بد حواسی

بندہ فیس بک پہ اسکرولنگ کر رہا تھا جب اچانک ایک بھائی کی پوسٹ نظر سے گزری۔وہ بھائی ابو حامد رضاخانی کی کتاب "حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی" کی پی ڈی ایف لنک کا سوال کر رہے تھے بندہ نے دوراا سے نیٹ سے سرچ کیا اور ان کو بھیج دی۔چونکہ وہ کتاب ڈاؤن لوڈ کر لی گئی تھی سو سوچا کہ مطالعہ کر لیا جائے۔سر سری کے مطالعہ کے بعد کچھ چیزیں ذہن میں آئی ہیں جسے بندہ مضمون کے قالب میں ڈھال رہا ہے۔لیکن مضمون پڑھنے سے قبل کچھ تمہید پڑھنی ضروری ہے.

ہندوستان میں خود کو حنفی کہلانے والے دو ہی گروہ موجود ہیں ایک اہل سنت والجماعت احناف دیوبند ہیں دوسرے فاضل بریلوی مجدد رضاخانیت کے پیرو نام نہاد حنفی ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔

کچھ سالوں قبل مناظرہ اہل سنت قاطع شرک و بدعت حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ نے "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" کتاب لکھ کر رضاخانیہ کی حنفی ہونے کے دعوے کی پول کھول کر رکھ دی تھی اور وہ تمام جملہ بدعت اور غلط رسومات کا رد احناف سے ہی کر کے رضاخانیت کو آئینہ دکھا دیا تھا بہت عرصہ تک یہ کتاب لاجواب رہی۔پھر ایک رضاخانی مولوی ابو حامد رضوی نے قلم اٹھایا اور یہ نام نہاد جواب لکھ مارا جو انکے اپنے اصولوں سے جواب تصور بھی نہیں ہوتا۔چنانچہ خود لکھتا ہے کہ

> اگر وہابی اسماعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا بلکہ یہ کہا جائے گا کہ وہابی اسماعیلی ساجد خان نے اپنی بیوقوف عوام کو مزید بیوقوف بنایا ہے اور اپنی ذلت ورسوائی ختم کرنے کے لئے ایک ناکام کوشش کی ہے جس کا اس کو کوئی فائدہ اسی کے اصولوں کے مطابق نہیں ہوگا۔
>
> (حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی ص ۱۸)

اس میں ابو حامد رضوی صاحب یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جو اپنے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا اس کو جواب تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کی اس کاوش کو بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف بنانا کہیں گے اور یہی نہیں

بلکہ ذلت ورسوائی کو ختم کرنے کی ایک ناکام کوشش بھی کہا جائے گا اب ملاحظہ فرمایئے کیا ابو حامد رضوی کے اس اصول کے مطابق خود اس کی جواب بھی "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" شمار ہو گا یا نہیں؟

اصول توڑنے کی پہلی مثال

قارئین ابو حامد رضوی نے جگہ جگہ مولانا الیاس گھمن صاحب، مفتی عمیر قاسمی صاحب علامہ خالد محمود صاحب اور دیگر علما کے حوالے دیئے ہیں جبکہ مفتی عمیر قاسمی صاحب اور متکلم اسلام مولانا گھمن صاحب زمانہ حال کے علما اور علامہ خالد محمود رحمہ اللہ ماضی قریب کے عالم ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیں

۱:ص ۳۰ پر مفتی رفیع عثمانی صاحب کا حوالہ دیا۔(جو ماضی قریب کے عالم تھے)

۲:کتاب کے صفحہ ۳۱ پر مفتی عمیر قاسمی صاحب کی کتاب کا حوالہ دیا(جو کہ حال کے عالم ہیں)

۳:پیر عبد الحفیظ مکی صاحب کا حوالہ دیا۔

۴:مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا حوالہ دیا۔(ص ۳۵)

۵:پیر عزیز الرحمن صاحب کا حوالہ دیا(ص ۳۷)

۶:مولانا طاہر حسین گیاوی صاحب کا حوالہ دیا۔

اسی طرح دیگر مقامات پر حوالے دیے گئے ہیں۔جو کہ رضاخانی اصول سے قطعاً ناقابل قبول ہے چونکہ رضا خانی اصول یہ ہے کہ حوالہ وہ پیش کیا جائے جو اکابر کا ہو اکابر کا حوالہ حجت ہے اور اکابر کون ہوں گے اس کا اصول بھی رضاخانی کتب میں ملتا ہے چنانچہ ملاحظہ فرمائیں۔

وہی دلائل حجت بن سکتے ہیں جن سے اہل سنت کا تشخص قائم ہو۔ چنانچہ ارشد مسعود لکھتا ہے

"ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو اکابرین اہل سنت وجماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت وجماعت کا تشخص قائم ہے۔

(کشف القناع جلد 1 صفحہ 205)

لہٰذا کتب پیش کرنے سے پہلے رضاخانی کو یہ بات مد نظر رکھنی چاہیے کہ کتاب وہ پیش کریں جو اکابر کی ہو۔ اکابر کون ہیں؟ اس سلسلہ میں ارشد مسعود لکھتا ہے:

دیوبندی موصوف کا دعوی اکابرین دیوبند کے فتووں کا ہے مگر دیوبندی موصوف اس معاملہ میں دور حاضر اور ماضی قریب کے دیوبندی مولویوں کو گھسیٹ لائے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے اکابرین کی تصریحات پیش کرتے مگر وہ اس سلسلہ میں عاجز اور ناکام رہے جو کہ ان کی شکست فاش کی دلیل ہے"۔

(کشف القناع جلد 1 صفحہ ۲۶۹)

تو قارئین اپ نے دیکھا ابو حامد رضوی کے اپنے اصول سے اس کی کتاب علامہ ساجد خان صاحب کی کتاب کا جواب ہر گز نہیں بلکہ اپنی ذلت اور رسوائی مٹانے کی ایک ناکام کوشش اور اپنے بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف بنانے کی کاوش ہے۔

اصول توڑنے کی دوسری مثال

ابو حامد رضوی لکھتا ہے

اولاً: بتائے ہمارے وہ کون سے معتبر و مستند علماء ہیں جو اولیاء کو معصوم کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک کا نام مع حوالہ بیان کر، ہر ایرے غیرے کے اقوال کے ذمہ دار ہم نہیں ہیں اور نہ ہی عوام کے افعال کا ہم نے ٹھیکہ اٹھایا ہے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی صفحہ 234)

جبکہ خود اسی کتاب کے صفحہ 61 سے 66 تک عامر عثمانی کے حوالے دیئے ہیں جو ہر گز مستند نہیں ہے۔ لہذا ابو حامد رضوی کو اگر اسی کی زبان میں یہ کہا جائے کہ مستند حوالے پیش کرنے تھے ہر ایرے غیرے کا حوالہ پیش کرنا درست نہیں اور ہر ایرے گرے کا ٹھیکا ہم نے لے بھی نہیں رکھا کہ اس کا حوالہ کا جواب دیا جائے۔

دیوبندی بریلوی اختلاف کا سبب کون؟

قارئین کرام ابو حامد رضوی نے جہالت کا ایک ثبوت یوں دیا کہ شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو معاذاللہ دیوبندی بریلوی اختلاف کا سبب قرار دیا۔ (کتاب کا مقدمہ)

جبکہ انوار ساطعہ میں اس کے دعوی کی تردید ملے گی۔

مولوی عبد السمیع رام پوری کی کتاب میں ہے کہ

”سنیت اور دیوبندیت کا اختلاف در اصل حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے خلفاء کے مابین پیدا ہوا اور ان ہی کے درمیان پلا، بڑھا اور پروان چڑھا، اور اس میں دیگر علما و مشائخ کی شرکت بہت بعد میں ہوئی۔“

(انوار ساطعہ جدید ص ۲۱)

مولوی عبد السمیع نے اس کے اس جھوٹ کی قلعی کھول دی کہ دیوبندی بریلوی اختلاف کا سبب شاہ شہید رحمہ اللہ ہیں۔

دیوبندی کتب کے آگے گھٹنے ٹیک کر مدد مانگنا

ابو حامد رضوی لکھتا ہے۔

”تھک ہار گیا پر کچھ بھی ہاتھ نہ آیا اب اس نے اپنے وہابی اکابرین کی طرح پینتر ابدلہ اور انوار شریعت کتاب کے سامنے گھٹنے ٹیک کر مدد مانگنے لگا اور بالآخر اس سے ایک حوالہ ڈھونڈ نکالا۔“

(حنفیت کے باغی ص ۱۵۳)

گویا فریق مخالف کی کتاب کا حوالہ دینا اس کتاب کے آگے گھٹنے ٹیک کر مدد مانگنا ہے تو اس نے جو پوری کتاب میں جگہ جگہ دیوندی کتب کے حوالے دیئے بلکہ عامر عثانی مودودی کے حوالے دیئے گویا اس کو مدد کے لیے اور گھٹنے ٹیکنے کے لیے اپنے ہی اصول سے مودودی اور دیوبندی ہی ملے۔ ہے نہ حیرت کی بات!

اعتراض ہی رفع ہو گیا

ابو حامد رضوی مولانا ساجد خان صاحب کے زیر بحث لائے گئے مسائل سے متعلق لکھتا ہے کہ

”بہر حال اس وہابی اسماعیلی نے پوری فقہ حنفی میں سے ۳۱ مسائل بیان کئے اور بزعم خود ہمیں ان مسائل میں سادات احناف کا باغی اور نجانے کیا کیا ثابت کرنے کی کوشش کی حالانکہ ان میں سے تقریباً مسائل سادات احناف کے درمیان مختلف فیہ ہیں۔“

(حنفیت کے باغی... ص ۱۹)

یہاں یہ دجال مان رہا ہے کہ یہ مسائل تو احناف میں مختلف فیہ ہیں لیکن کتاب کا نام کیا رکھا ہے؟

”حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی“

جو کے اسی کے قول کی رو سے غلط ہے اور اس کا سارا اعتراض ہی رفع ہو گیا کیونکہ جو نظریات علامہ صاحب نے

پیش کیے اس پر بھی تو دلائل احناف سے موجود ہیں۔ بھئی کیونکہ یہ مسائل بین الاحناف مختلف فیہ جو ٹھہرے۔
لہذا علامہ صاحب کے پیش کردہ دلائل بھی دراصل احناف کی ترجمانی ہی ہوئی نہ کہ بغاوت۔

مگر دیکھیے کیسا جاہل شخص ہے کہ بلا سمجھے ایک پوری کتاب دیوبندیوں کی احناف سے بغاوت کا عنوان لگا کے ترتیب دے دی۔ تو دیکھیے اپنے ہی اصول کی رو سے اپنی عوام کو بے وقوف بنارہا ہے۔

اپنے ہی اصول سے اس کی یہ کتاب جواب تسلیم نہیں ہو سکتی۔

اپنے ہی اصول سے ایرے غیرے پیش کر کے کتاب تیار کر دی۔

اپنے ہی اصول سے یا مودودی کتب یا دیوبندی کتب کے نعرے لگا کر گھٹنے ٹیکنے پڑے۔

یہ تو کتاب کا حال ہے مگر رضاخانی اس کتاب کو دندان شکن جواب باور کرارہے ہیں۔ ہے ناں حد! مختصر یہی لکھا ہے قارئین اسی سے اندازہ لگالیں مزید کیا گل کھلائے ہوں گے۔ اگر فرصت ہوئی تو مزید بھی عرض کر دیا جائے گا۔

=÷=

محترم محمد حذیفہ راحکوٹی صاحب حفظہ اللہ

جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی کا اہم فتویٰ

پاکستان کے شہر ایبٹ آباد کے علاقے "حویلیاں" سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب ہیں جن کا نام پروفیسر قاضی طاہر علی الہاشمی ہے، موصوف کا اب انتقال ہوچکا ہے، پروفیسر صاحب متعدد کتابوں کے کتابوں کے مصنف ہیں البتہ جمہور اہل السنت والجماعت کا دامن نہ تھامنے کی بناء پر انہوں نے جگہ جگہ ٹھوکریں کھائیں ہیں خصوصا "مشاجرات صحابہ" کے مسئلے میں موصوف نے "ناصبیت" پر مبنی خود تراشیدہ مؤقف کی بنیاد پر اہل السنت والجماعت کے اکابر علماء پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا الزام لگایا ہے، چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب "ناقدین معاویہ" میں اکابرین اہل السنت والجماعت پر صحابہ کرام، اور خصوصاً حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی گستاخی کا الزام لگایا ہے اور ان کی عبارات کو توڑ مروڑ کر ان سے گستاخی کشید کی ہے، موصوف کے معتقدین اور متوسلین ان کے گمراہانہ نظریات کا پرچار سوشل میڈیا پر ایک عرصے سے کر رہے ہیں اور موصوف کے خود تراشیدہ مؤقف کی بنیاد پر اکابر اہل سنت پر سب وشتم اور انہیں "گستاخ" کہنے کا بازار گرم رکھا ہے جس سے عوام کا لاعلمی کی وجہ سے اکابر اہل سنت پر اعتماد متزلزل ہونے کا خدشہ تھا، چنانچہ ان حالات کو دیکھتے ہوئے ہمارے ایک ساتھی نے ان کے حوالے سے ملک پاکستان کے مشہور و معروف مدرسہ جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے دارالافتاء سے فتویٰ طلب کیا تھا جس کا جواب موصول ہوچکا ہے اور وہ فتویٰ درج ذیل ہے جس میں موصوف کی گمراہی کو واضح کیا گیا ہے اور اکابر اہل سنت کا دفاع کیا گیا ہے:

=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=÷=

DARUL IFTA
Jamia-Uloom-Islamiyyah
(University of Islamic Sciences)
Allama Muhammad Yousuf Banuri Town
Karachi - Pakistan

دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن
کراچی - پاکستان

فتوی نمبر: 144405100628

تاریخ آمد: ١١/٠٥/١٤٤٤
05-12-2022

سوال

درج ذیل مسئلہ کے بارے میں رہنمائی درکار ہے:

1: حویلیاں ایبٹ آباد کے ایک ریٹائرڈ پروفیسر، متوفی قاضی طاہر علی الہاشمی نے ایک کتاب بنام 'سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ناقدین' لکھی ہے، اس کتاب میں اہل سنت کے جید اکابر اور علمائے دیوبند، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا امین صفدر اوکاڑوی، قاضی مظہر حسینؒ وغیرہ کو توہین و تنقیص صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا مرتکب قرار دیا گیا ہے، دریافت طلب بات یہ ہے کہ کیا بزرگان اہل سنت واقعی گستاخی صحابہ کے مرتکب ہوئے ہیں؟ یا یہ مصنف طاہر علی ہاشمی صاحب نے خود ساختہ نتیجہ اخذ کر کے انہیں گستاخ قرار دیا ہے؟

2: اسی طرح مولانا قاضی مظہر حسین نے جو 'خارجی فتنہ' نامی کتاب لکھی ہے، کیا وہ مسلکِ اہل سنت کی ترجمان کہی جا سکتی ہے؟ مزید یہ کہ کیا مولانا قاضی مظہر حسین صاحب سنی عالم دین تھے یا ضال اور مضل؟

مستفتی: محمد اکرم

جواب

1: مصنف (سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ناقدین) نے دراصل مشاجراتِ صحابہ کے متعلق جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے مخالف موقف اختیار کر کے سنگین غلطی کا شکار ہوئے، اسی غلطی کے بنیاد پر اکابرین کی کتابوں میں جہاں جمہور کے موقف کی ترجمانی کی گئی تھی مصنف نے اپنے خود تراشیدہ موقف کے خلاف ہونے کی وجہ سے انہیں گستاخی صحابہ کے کھاتے میں ڈال دیا، حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ اکابرین نے اہل السنۃ والجماعۃ کے درست موقف کی صحیح ترجمانی کی ہے اور دانستہ یا نادانستہ طور پر صحابہ کی گستاخی کے مرتکب ہرگز نہیں ہوئے۔

2: حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اکابرینِ اہل السنۃ میں سے ہیں، ان کا علمی مقام و مرتبہ، اور تدین و ثقاہت ہماری تائید و تصدیق کی محتاج نہیں، اور ان کی کتاب مسمی "خارجی فتنہ" میں مشاجراتِ صحابہ کے متعلق جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کے موقف کی ترجمانی کی گئی ہے، اور جمہور کے مخالف موقف اختیار کرنے والوں (خارجیت اور ناصبیت کیطرف مائل) لوگوں کی تردید کی گئی ہے۔

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ اور ان کی کتاب خارجی پر ہمارے بہت سے اکابرین اعتماد کا اظہار فرمایا ہے، اور اسے اہل سنت کے موقف کا ترجمان قرار دیا ہے۔

فقط واللہ اعلم

کتبہ

محمد بن غلام مصطفی

التخصص فی الفقہ الإسلامی

27-07-2023

١٤٤٥-٠١-٠٩

الجواب صحیح

مفتی عبدالحمید صاحب

نائب مفتی دارالافتاء

مفتی ابو بکر سعید الرحمٰن صاحب

مفتی دارالافتاء

مضامین لکھنے والے حضرات چند باتوں کا خیال رکھیں!

1) اہل علم کے ساتھ رائے کا اختلاف آپ کا حق ہے اور یہ حق آپ سے کوئی بھی نہیں چھین سکتا۔ لہٰذا آپ ہزار بار اختلاف رکھیں لیکن کسی کی ذات پہ کیچڑ اچھالنے کی کوشش نہ کریں۔

2) علمی تنقید کریں اور الفاظ کے چناؤ میں مہذب انداز اختیار کریں۔

3) تنقیدی انداز اپنانے کے لئے اگر آپ حضرات درجہ ذیل اکابرین کا انداز اپنائیں تو ان شاء اللہ آپ کی علمی تنقید کسی کی اصلاح کا ذریعہ بھی بن سکتی ہے اور مخاطب سمجھے گا کہ مضمون نگار اللہ کے رضا کیلئے لکھ رہا ہے کسی کی ذات پہ نشتر لگانے کے لیے میدان میں نہیں اترا ہے۔

۱: امام اہل سنت شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

۲: قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ

۳: حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

۴: بحر العلوم سلطان المحققین علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

۵: شہید ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

4) مضامین میں احتیاط سے کام لے۔ حتی الوسع کوشش کریں کہ جہاں سے بھی آپ نے استفادہ کیا ہو، ان کا حوالہ ضرور دیں۔ ورنہ ایسی صورت میں آپ کے مضامین مجلہ راہِ ہدایت میں شائع نہیں ہوں گے۔

5) ہمارا مجلہ چونکہ خالص مسلکی ہے اس لیے عقائد و نظریات سے ہٹ کر کوئی صاحب بھی مضمون بھیجنے کی زحمت نہ کریں۔

6) مجلہ راہِ ہدایت میں صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند کے مضامین شائع ہوں گے۔

نوجوانانِ احناف طلباءِ دیوبند پشاور

واٹس ایپ رابطہ نمبر: 03428970409